سیرۃ النبیؐ خصوصی نمبر حصہ اول

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابوسعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 7/اکتوبر 2022ء | 10/ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 7/اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:216

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۷۲﴾ۚۖ اِنَّہُمۡ لَہُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ ﴿۱۷۳﴾۪ وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۱۷۴﴾

(الصّٰٓفّٰت: 172-174)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں ہمارا (یہ) فرمان گزر چکا ہے۔ (کہ) یقیناً وہی ہیں جنہیں نصرت عطا کی جائے گی۔ اور یقیناً ہمارا لشکر ہی ضرور غالب آنے والا ہے۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ عزت والا کون ہے۔؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں میں سے جو زیادہ متقی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم روحانی اعزاز کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسفؑ جو اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نبی اسحاقؑ کے پوتے اور خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہم اس کے متعلق بھی نہیں پوچھ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو کیا تم عرب کے اعلیٰ خاندانوں کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ ان میں سے جو جاہلیت میں معزز تھے اسلام میں بھی معزز ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھتے اور اس کا فہم رکھتے ہوں۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ کان یوسف و اخوتہ ایات للسائلین)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

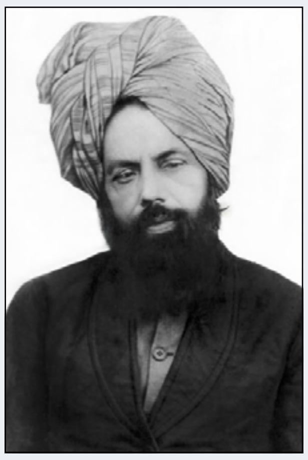

’’یاد رہے کہ پانچ موقعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا۔ اگر آنجناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے۔

ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے۔

دوسرا وہ موقعہ تھا جب کہ کافرلوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکرؓ کے چھپے ہوئے تھے۔

تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جبکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کرلیا تھا۔ اور آپؐ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔

چوتھا وہ موقعہ تھا جب کہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا۔

پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔

پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپؐ صادق تھے اور خدا آپؐ کے ساتھ تھا‘‘

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 263-264 حاشیہ)

فرمان خلیفہ وقت

شعب ابی طالب کی قید سے باہر آنے کے کچھ عرصے بعد ہی حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ انتقال کر گئے۔ ان دو شخصیتوں کا قریش مکّہ کو کچھ تھوڑا بہت لحاظ تھا۔ ابو طالب کے بزرگ ہونے کی وجہ سے اور حضرت خدیجہؓ ایک مالدار عورت تھیں، کافی اثر و رسوخ تھا۔ ان کی وفات کے بعد توسب قریش اس بات پر قائم ہو گئے تھے کہ اب تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر صورت میں ختم کرنا ہے کیونکہ اب ہم مزید برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ تمام سرداروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہم تمام سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادۂ قتل میں شامل ہوں گے تاکہ بنی ہاشم کے لئے کسی بدلے کی صورت نہ بن سکے اور وہ بدلہ نہ لے سکیں۔ تمام سرداروں کے مقابلے پر آنا اُن کے لئے مشکل ہو گا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش کا پتہ لگ گیا۔ چنانچہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ اس قتل کی سازش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے جو میں نے ابھی اقتباس پڑھا ہے کہ یہ بڑا سخت موقع تھا جب قریش نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ تمام سردار قریش تلواریں تانے کھڑے تھے لیکن بے وقوفوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے جس منصوبہ بندی کے تحت ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے (تا کہ کسی پر الزام نہ آئے) جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ توسب سے زیادہ اس نبی کی حفاظت اور نصرت فرماتا ہے۔ بیسیوں واقعات ان کفار کی نظر میں پہلے بھی گزر چکے تھے۔ وہ اس بات کے خود بھی گواہ تھے لیکن پھر بھی ان کو عقل نہ تھی۔

(خطبہ جمعہ 23/جون 2006ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- یہ میرے رب کی مجھ پر اک عطا ہے (منظوم)
- معراج اور اسراء کی حقیقت
- صحابہ کرامؓ کے پاکیزہ نمونے
- رؤیا وکشوف کی روشنی میں اصحاب احمدؑ کا عشق رسولؐ
- عشق، عشق محمدؐ اور خلفاء مسیح موعودؑ
- قریش کی وجہ تسمیہ اور تعارف

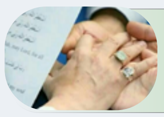

دربارِ خلافت

نیوزی لینڈ میں جماعت احمدیہ کے بارے میں تاثرات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یہ آسٹریلیا کا مختصر ذکر ہے۔ پھر وہاں سے ہم نیوزی لینڈ گئے۔ وہاں جو پہلی مسجد بنی ہے ’’بیت المقیت‘‘ اُس کا افتتاح بھی ہوا۔ لیکن اُس افتتاح سے پہلے وہاں کا Maori قبیلہ جو ہے، بہت پرانا قبیلہ ہے، اُس کے بادشاہ کی طرف سے استقبالیہ تھا۔ اور وہاں بادشاہ نے استقبالیہ دیا۔ جس طرح وہ باقی جو ہیڈ آف سٹیٹ آتے ہیں اُن کو استقبالیہ دیتے ہیں، اس طرح سارا انتظام انہوں نے کیا۔ وہاں جماعت احمدیہ کا ’’لوائے احمدیت‘‘ بھی اُن کے اپنے جھنڈے کے ساتھ پہلے ہی لہرایا جا رہا تھا۔ بادشاہ عموماً ایسے فنکشن میں چاہے کوئی بھی ہو خود نہیں بیٹھا کرتا لیکن وہاں خود بادشاہ بیٹھے تھے۔ تقریب جو اُن کی ایک روایتی تقریب ہے وہ تو جو ہوئی، اُس کے بعد پھر اُن کا ایک بڑا سارا ہال ہے، وہاں ہمیں لے گئے۔ وہاں اُن سے کچھ باتیں ہوتی رہیں اور پھر اُس کے بعد قرآنِ کریم کا جو ماؤری زبان میں ترجمہ ہوا ہے وہ اُن کو پیش کیا گیا۔ بہرحال بعد میں یہ ایک بڑی پُروقار تقریب تھی۔

اس کے بعد پھر مسجد کے افتتاح کی جو تقریب تھی ان کے بادشاہ نے وہاں بھی آنے کے لئے کہا بلکہ ان کی ملکہ نے پہلے نہیں آنا تھا لیکن انہوں نے بھی کہا کہ میں بھی آؤں گی اور بعض شخصیات کے ساتھ یہ لوگ وہاں آئے۔

ماؤری زبان میں قرآن کریم کا جو ترجمہ ہے اُس کے بارے میں پہلے مَیں ذکر کر دوں کہ یہ مکرم شکیل احمد منیر صاحب نے کیا تھا۔ پہلے پندرہ سپارے کئے جو شائع ہو گئے تھے، تو اب مکمل کر دیا ہے۔ اور یہ کوئی زبان دان نہیں ہیں بلکہ فزکس کے پروفیسر ہیں۔ لیکن انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے کہنے پر زبان سیکھی، پھر ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اکاسی سال ان کی عمر ہے۔ پچیس سال انہوں نے لگائے۔ زبان بھی سیکھی اور ترجمہ بھی کیا اور کافی وقت ان کو لگا۔ کیونکہ کہتے ہیں ماؤری زبان میں جمع کے صیغے ہیں جن کو سمجھنے میں کافی دیر لگی۔ اور کہتے ہیں کہ میری عمر بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی، اخبار نے بھی اس بات کو لکھا۔ بہرحال بڑی محنت سے انہوں نے مسلسل یہ کام کیا۔ بعض روکیں بھی آئیں، مسائل بھی آئے۔ دوسروں سے جو ترجمے کروائے گئے تھے اُن کو جب چیک کیا تو وہ معیار کے نہیں تھے، اسی لئے پھر خود اُن کو توجہ پیدا ہوئی تھی۔ تو اس عمر میں یہ بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔

بہرحال اخباروں نے پھر وہاں اس ترجمے کے اوپر کافی لکھا اور اس کو سراہا گیا۔ مجھ سے بھی انہوں نے پوچھا کہ ماؤری قبیلے کے تھوڑے سے لوگ ہیں، (چھوٹا قبیلہ ہے، اتنا بڑا بھی نہیں)۔ تم نے ترجمہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہمارا تو کام ہے ہر زبان میں ترجمہ کرنا کیونکہ ہر ایک کو عربی پڑھنی نہیں آتی۔ اور قرآنِ کریم کا پیغام ہم نے ہر قوم تک پہنچانا ہے۔ اللہ کے فضل سے وہاں ایک ماؤری نے بیعت بھی کی ہے، جماعت میں شامل ہوئے ہیں اور ایک دو اور تیار بھی ہیں۔ اور یہی میں نے اُن کو کہا کہ اب ترجمہ آیا ہے تو امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور لوگ بھی جماعت احمدیہ میں شامل ہوں گے اور اسلام کو قبول کریں گے۔

اس کے بعد جیسا کہ میں نے کہا وہاں مسجد بیت المقیت نئی بنی ہے اور اس کے حوالے سے وہاں ایک reception بھی تھی اور ماؤری بادشاہ بھی اور ملکہ بھی وہاں آئے، جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری نمایاں شخصیات وہاں تھیں۔ ملک کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے تعلق رکھنے والے لوگ وہاں تھے۔ 107 کے قریب مہمان آئے اور مہمانوں نے جو تأثرات دیئے۔ ان میں Anglican Church کے ایک پادری نے کہا کہ تمام مذاہب کو بغیر کسی مزاحمت کے ایک دوسرے کے ساتھ چلنا چاہئے۔ پھر کہتے ہیں کہ امام جماعت نے جو یہ کہا ہے کہ پریس میں اسلام کا نام بدنام کیا جا رہا ہے یہ بھی بالکل درست ہے۔ یہاں میں نے مسجد کے حوالے سے بات کی۔ اور کس طرح اسلام کو بدنام کیا جاتا ہے اور کس طرح غیر مسلموں پر اس کا غلط تأثر ہے، اُس کے بارے میں کہا تھا۔ تو کہتے ہیں کہ پریس میں اسلام کا نام جو امام جماعت نے کہا کہ بدنام کیا جا رہا ہے یہ بالکل درست ہے۔ جب کبھی بھی دہشتگردی کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو میڈیا ہمیشہ مسجد یا مسلمانوں کو نماز ادا کرتے ہوئے ٹی وی پر دکھاتا ہے جس کی وجہ سے غیر مسلم سمجھتے ہیں کہ اسلام اور دہشت گردی کا ایک تعلق ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام کا تشدد اور دہشتگردی سے کوئی بھی تعلق نہیں اور امام جماعت نے اس کو اپنے خطاب میں ثابت بھی کر دیا ہے۔ بہرحال وہاں پریس اور میڈیا نے ماؤری کا جو فنکشن تھا اُس کو بھی اور مسجد کے استقبال کو بھی بڑا نمایاں کیا۔

(خطبہ جمعہ 15/ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

یہ میرے رب کی مجھ پر اک عطا ہے

یہ میرے رب کی مجھ پر اک عطا ہے
کہ مجھ پر سوچ کا ہر در کھلا ہے

ہمارے ساتھ ہے خوشبو چمن کی
ہمارے ساتھ چلتی اک صبا ہے

یہ کس نے شور آہوں کا اُٹھایا
یہاں پر کون سا اب سرپھرا ہے

کبھی بھی وصل کی خواہش نہ کرنا
مزاجِ عشق ہم نے پڑھ لیا ہے

تمہیں دیکھا، لگا ایسے ہمیں کیوں
کہ تم نے دل میں رکھا ہی گلہ ہے

یقین و وہم کی چادر سمیٹی
لگا ہر پل ہی روشن ہو گیا ہے

وہ جس نے آرزو کا مان رکھا
ہمارے پاؤں میں وہ آبلہ ہے

یہ دل رویا نہیں در پر تمہارے
فقط آنسو ندامت کا گرا ہے

جسے آنا تھا تیرے جاگنے پر
وہ سورج سر پہ کب کا آ چکا ہے

پلٹ کر کوئی بھی آیا نہیں، سو
صداؤں کا سفر غارت گیا ہے

جہاں چشمے رواں تھے چاہتوں کے
وہاں پر دل، دیا! پتھر بنا ہے

دیا جیم۔فجی

درعجم

معراج اور اسراء کی حقیقت

(یہ ایک لطیف کشفی نظارہ تھا)

مؤرخہ یکم مارچ 2022ء کے روزنامہ الفضل میں مکرم ڈاکٹر فضل الرحمان بشیر صاحب کا مضمون معراج اور اسراء کی حقیقت کے عنوان پر شائع ہوا جس میں موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ نے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ یہ ایک نہیں بلکہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور یہ جسمانی سفر نہیں بلکہ ایک لطیف کشف تھا۔یہ مضمون اس لنک پر پڑھا جاسکتا ہے:

https://www.alfazlonline.org/0155247/2022/03//

اس سلسلہ میں چند مزید دلائل پیش خدمت ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو معراج ہوا۔ آپؐ سے بہتر طور پر کوئی بھی اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اگر آپؐ کے نزدیک یہ ایک جسمانی معراج تھا تو آپؐ کبھی بھی یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُومِنِ کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اگر یہ جسمانی معراج ہوتا تو جب بھی کوئی نمازی نماز پڑھنے لگتا فوراً اسے آسمان پر اٹھالیا جاتا اور نماز کے بعد اسے واپس مصلے پر چھوڑ دیا جاتا۔ ایسا نہیں ہوتا۔ ہاں نماز روحانی طور پر مومن کی معراج ہے۔ نماز وہ سواری ہے جس پر بیٹھ کر مومن اللہ کی طرف روحانی سفر کرتا ہے۔ اور حسب استعداد اللہ تعالیٰ کا قرب پاتا ہے۔

معراج کے سفر میں جبرائیل علیہ السلام آسمان سے نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اگر تو جبرائیل جسم رکھتے ہیں اور جسمانی طور پر نازل ہوئے تو یقیناً نبی کریم ﷺ کو بھی جسمانی طور پر ساتھ لے گئے اور اگر وہ بغیر جسم کے روحانی وجود رکھتے ہیں تو پھر معراج بھی روحانی تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’معراج ہوئی تھی مگر یہ فانی بیداری اور فانی اشیاء کے ساتھ نہ تھی بلکہ وہ اور رنگ تھا۔ جبرائیل بھی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا تھا اور نیچے اترتا تھا۔جس رنگ میں اس کا اترنا تھا اسی رنگ میں آنحضرتؐ کا چڑھنا ہوا تھا۔ نہ اترنے والا کسی کو اترتا نظر آتا تھا اور نہ چڑھنے والا کوئی چڑھتا ہوا دیکھ سکتا تھا‘‘

(الحکم جلد 5 مؤرخہ 10 اگست 1901 صفحہ 3)

اسراء کی آیت میں فرمایا گیا کہ ’’پاک ہے اللہ جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا‘‘(اسراء:2) طرف یا سمت ہمیشہ ٹھوس مادہ کی ہوتی ہے۔ جیسے میز میرے سامنے ہے کرسی میرے پیچھے ہے۔ لیکن اگر کمرے میں خوشبو پھیلی ہو تو خوشبو کی کوئی سمت نہیں کیونکہ وہ ٹھوس مادہ نہیں ہے۔ اسی طرح جب کوئی چیز ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سفر کرتی ہے تو وہ پہلے مقام کو چھوڑ کر اس سے دور ہوتی جاتی ہے اور دوسرے مقام کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ اگر اس اسراء کو جسمانی مان لیا جائے تو لازماً ماننا پڑے گا کہ اللہ کا بھی ہماری طرح کا ایک جسم ہے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کو لینے بیت الحرام پہنچا تو مسجد اقصیٰ اسکے وجود سے خالی تھا اور جب آپؐ کو لے کر مسجد اقصیٰ کی طرف چلا تو بیت الحرام اسکے وجود سے خالی ہو گیا۔ جو امر محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ایک روحانی سفر تھا نہ کہ جسمانی۔

معراج کی روایات میں بہت سی اندرونی شہادتیں ملتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کشفی نظارہ تھا۔مثلاً ہمیشہ خواب کی تعبیر ہوتی ہے۔ اگر کوئی کہیں سے دودھ پی لے تو اس کی کوئی تعبیر نہیں ہو گی ہاں اگر وہ رات خواب میں دودھ پیئے تو اسکی تعبیر کی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے رویا میں دودھ پیا اور بعض صحابہ کو دیا تو اس کی تعبیر دین فرمائی۔ واقعہ معراج میں بھی آپؐ کو ایک بڑھیا ملی جس نے تین پیالے آپؐ کے سامنے پیش کئے ایک میں شراب ایک میں پانی اور ایک میں دودھ تھا آپؐ نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ اس پر جبرئیلؑ نے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ هِيَ الفِطْرَةُ الَّتِي أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ (بخاری،باب المعراج) یہ وہ فطرت ہے جس پر تو اور تیری امت قائم ہے۔یعنی تو فطرت کے عین مطابق تعلیم لایا ہے۔ نیز بڑھیا کی تعبیر دنیا سے فرمائی۔یعنی وہ بڑھیا، بڑھیا نہیں بلکہ دنیا تھی گویا یہ بتانا مقصود تھا کہ اب دنیا اپنی عمر کے آخری حصہ کو پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح آپؐ نے عرش کے پاس بیری دیکھی۔ بیری کوئی ایسا درخت نہیں ہے جو کوئی فضیلت رکھتا ہو بلکہ قرآن کریم نے تو اسے عذاب والی جگہوں کا درخت بتایا ہے۔ (سباء:17) پس ایسے درخت کا وہاں کیا کام؟ نعوذباللہ کیا اللہ تعالیٰ کو تمام لذیذ پھلوں کی بجائے بیری کے بیر پسند ہیں؟ لیکن اگر اسکی تعبیر کی جائے تو عظیم الشان معنی بنتے ہیں۔ بیری کا درخت باڑ لگانے کے کام بھی آتا ہے۔ پس یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضور ﷺ چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے جہاں مخلوقات کی حد ختم ہو رہی تھی فرشتہ جبرائیل بھی وہاں پہنچ کر رک گیا آپؐ اس سے بھی آگے بڑھ گئے یعنی آپؐ کا مقام ملائکہ سے بھی بلند تر ہے۔

فرشتے نے آ کر آپؐ کا سینہ مبارک چیرا اور دل نکال کر آب زمزم سے دھویا۔ اور پھر دوبارہ سینے میں رکھ دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ ظاہری نہیں ہوسکتا۔ کیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اس پاک دل پر کچھ میل کچیل تھی جو ظاہری طور پر دھویا گیا۔ ہاں کشفی نظارہ ہوسکتا ہے جسکی تعبیر کی جائے گی مثلاً آپؐ کے دل کو محبت الٰہی کے پانی سے دھویا گیا۔

روایت میں ذکر ہے کہ فرشتہ ایک سونے سے بنی طشتری لایا جو حکمت اور ایمان سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے میرا سینہ چیر کر اس میں حکمت اور ایمان انڈیل دیا۔ ظاہر ہے کہ حکمت اور ایمان ایسی چیز نہیں جو کسی پلیٹ میں سجا کر رکھی جا سکے۔ یہ روحانی نعمتیں ہیں۔ پس یہ ایک کشفی نظارہ تھا نہ کہ جسمانی۔

اگر یہ جسمانی مناظر تھے تو پھر سونے کی طشتری بھی ظاہری طشتری ہو گی۔ کسی بھی روایت میں یہ ذکر نہیں کہ جبرائیل جاتے ہوئے وہ طشتری بھی ساتھ لے گئے۔جس سے ثابت ہوا کہ وہ سونے کی طشتری وہیں مکہ میں رہ گئی۔ اگر وہ ظاہری طشتری ہوتی تو اسکا مکہ میں خوب چرچا ہوتا لوگ دور دور سے آ کر اس معجز نما طشتری کو دیکھتے جو آسمان سے اتری تھی۔ بے شمار لوگوں نے اسکی زیارت کی ہوتی۔ بلکہ آج تک وہ محفوظ ہوتی اور دنیا کے عجائبات میں سے ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ سب کشفی نظارے تھے۔

واقعہ اسراء میں بیان کیا جاتا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت کروائی۔ پہلے مضمون میں بیان ہو چکا ہے کہ وہاں اس وقت کسی مسجد کا کوئی وجود نہ تھا۔ اسکے علاوہ سوال یہ ہے کہ اگر یہ جسمانی طور پر نماز پڑھانا تھا تو پھر تمام انبیاء بھی جسمانی طور پر اتر کر پیچھے کھڑے ہوں گے جیسے صحابہ آنحضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اتنی تعداد تو اس وقت پورے یروشلم کی بھی نہیں تھی۔ اتنے زیادہ انبیاء اگر وہاں آ جاتے تو سارا شہر بلکہ اسکے مضافات بھی بھر جاتے اور سارے علاقے میں دھوم مچ جاتی وہاں کے تمام لوگ انبیاء سے ملتے اس طرح اس واقعہ کے سینکڑوں ہزاروں عیسائی اور غیرمسلم راوی ہونے چاہئیں تھے۔

اگر انبیاء جسمانی شکل میں آئے ہوتے اور یروشلم کے عیسائیوں نے انکو دیکھا ہوتا اور یہ بھی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں تو تمام عیسائی فوراً اسلام قبول کر لیتے اس طرح عیسائیت کا اس روز خاتمہ ہو جاتا۔ بلکہ یہود بھی ایمان لے آتے۔ پھر تو صرف عرب نہیں بلکہ ساری دنیا کی کایا ہی پلٹ جاتی۔

ظاہری جسم آسمان پر بغیر حفاظتی اقدامات کے نہیں جا سکتا۔ کیونکہ چند کلومیٹر دور آکسیجن ختم ہو جاتی ہے مزید اوپر جانے سے OZONE LAYER کراس کر کے یہ جسم فنا ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ گواہی دلوا دی کہ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہف:111) کہ آپؐ بھی صرف بشر ہی ہیں۔ دوسری جگہ اسی سورت اسراء میں فرمایا کہ بشر رسول جسم سمیت آسمان پر نہیں جا سکتا۔ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (اسراء:94)

معراج آپ ﷺ کو کئی بار ہوا۔ بخاری میں ذکر ہے کہ ایک بار جب آپؐ نماز کسوف پڑھا رہے تھے تو اس دوران بھی آپؐ کو معراج ہوا یعنی جنت اور دوزخ کی سیر کروائی گئی۔ نماز پڑھاتے ہوئے آپؐ نے ہاتھ آگے بڑھایا جیسے کوئی چیز توڑ رہے ہوں۔ پھر آپؐ پیچھے ہٹے۔صحابہؓ نے بعد میں اسکی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جب جنت سے گزرا تو اسکے خوشنما پھلوں کو دیکھ کر انہیں توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اگر میں توڑ لیتا تو تم اسے ہمیشہ کھاتے رہتے وہ ختم نہ ہوتے۔ پھر جب دوزخ کے نظارے دیکھے تو اسکی شدت سے میں پیچھے ہٹ گیا۔ (بخاری کتاب النکاح بَابُ كُفْرَانِ العَشِيرِ) اس معراج میں تو آپؐ کا جسم صحابہ کے آگے جائے نماز پر ہی رہا اس واقعے نے بھی بتا دیا کہ آپؐ کا معراج ایک لطیف کشف تھا نہ کہ جسم سمیت آپؐ کو اٹھایا گیا۔

اسی طرح اسراء بھی دو بار ہوا۔ جب کفار نے آپؐ کی تکذیب کی کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ مجھے بیت المقدس لے گیا۔ کفار جانتے تھے کہ آپؐ بیت المقدس نہیں گئے اس لئے انکو موقعہ مل گیا کہ وہ اسکے بارے سوال کریں اور آپؐ جب صحیح جواب نہ دے سکیں گے تو انکو تمسخر اڑانے کا موقع ہاتھ آ جائے گا۔ جب وہ سوال کرنے لگے تو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اسراء کروایا اور کشفی طور پر بیت المقدس کے نظارے آپؐ کے سامنے کر دیئے کفار پوچھتے جاتے اور آپؐ بتاتے جاتے۔ اس طرح وہ لاجواب ہو گئے۔ اگر اسراء جسمانی سفر ہوتا تو دوبارہ بھی اللہ جسمانی سفر کرواتا۔

واقعہ معراج سے حضرت مسیح موعودؑ کا استدلال

ضمناً یہ بھی عرض کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واقعہ معراج سے دو زبردست استدلال کئے ہیں۔

1۔ وفات مسیح علیہ السلام

آپؑ نے فرمایا کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی خبر دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کر کے عینی شہادت دی کہ وہ وفات پا کر جنت میں داخل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے تمام انبیاء کی روحوں سے ملاقات کی تھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسم سمیت ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لازماً بتاتے کہ باقیوں کی تو روحیں تھیں صرف عیسیٰ علیہ السلام جسم کے ساتھ تھے۔ کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ جیسے دوسرے انبیاء کو دیکھا ویسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جسم کو روحوں میں کیا کام؟

2۔ اہل حدیث کا رد

کٹر اہل حدیث، صحیح حدیث کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہیں اس میں بھول چوک کا بھی دخل نہیں۔ صحیح احادیث کو قرآن کی طرح یقین کے درجہ پر مانتے ہیں۔ اور صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانتے ہیں اس کی تمام صحیح احادیث کو مفید یقین کا درجہ دیتے ہیں۔ واقعہ معراج کی احادیث جو صحیح بخاری میں درج ہیں کو بھی اہل حدیث صحیح مانتے ہیں۔ انکی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت کیا کہ صحیح بخاری میں درج تمام روایات کو دیکھیں تو اس میں بعض ایسے تضادات سامنے آتے ہیں جن کی کوئی تطبیق ممکن نہیں۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ ضرور انکے راویوں کے حافظہ میں غلطی ہوگئی ہے۔ پس صحیح احادیث میں بھی غلطی کا امکان موجود ہے اس لئے یہ قرآن کی طرح یقینی علم نہیں بلکہ مفید ظن کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی ایک ظن کا سایہ بہرحال اس پر موجود ہے۔ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو چھٹے آسمان پر دیکھا ایک روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل خانہ کعبہ نازل ہوئے ایک روایت میں ہے کہ آپ کے گھر نازل ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے کا ہے جبکہ روایت بتاتی ہے کہ اس میں نمازیں فرض ہوئیں یعنی یہ آپؐ کی بعثت کے بعد کا واقعہ ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں ہوا ہے اسی وجہ سے کبھی موسیٰؑ کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور کبھی ابراہیم کو تو یہ تاویل رکیک ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے“

ہر معراج میں پچاس نمازوں کا حکم ملتا ہے پھر موسیٰؑ کے مشورہ سے بار بار تخفیف کروا کر بالآخر پانچ نمازیں فرض قرار پائیں اور خدا تعالیٰ نے کہہ دیا کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ غیر مبدل حکم ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ اگلے معراج میں پھر پچاس نمازیں فرض ہو جائیں پھر تخفیف کے بعد پانچ ٹھہریں پھر فرمایا جائے کہ یہ غیر مبدل حکم ہے۔ تیسرے معراج میں پھر یہی واقعہ پیش آئے۔ فرمایا

”درحقیقت ایسا خیال کرنا وحی الٰہی کے ساتھ ایک بازی ہے جن لوگوں نے ایسا خیال کیا تھا ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی طرح تعارض دور ہو۔ لیکن ایسی تاویلوں سے ہرگز تعارض دور نہیں ہوسکتا بلکہ اور بھی اعتراضات کا ذخیرہ بڑھتا ہے ایسا ہی اور کئی حدیثوں میں تعارض ہے۔“

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 84-85)

پس ثابت ہوا کہ احادیث خواہ کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہوں بہرحال انکا مرتبہ قرآن کے برابر نہیں۔ قرآن کریم ہی لاریب اور یقین سے پُر کلام ہے جس پر شک کا کوئی سایہ نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ اسکی حفاظت فرما رہا ہے۔

دعا کا تحفہ

مسجد جانے کی دُعا

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دُعا کرتے۔ اگر یہ دُعا کی جائے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص آج کے دن مجھ سے محفوظ ہوگیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ العَظِیمِ وَبِوَجھِہِ الکَرِیمِ وَسُلطَانِہِ القَدِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: مَیں راندے ہوئے شیطان سے اُس اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو بہت عظمت والا ہے۔ مَیں اُس کے عزت والے چہرے اور اُس کی ازلی بادشاہت کی پناہ میں آتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 57)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

صد سالہ جشن تشکر لجنہ اماءِ اللہ

احباب و خواتین کے علم میں ہے کہ امسال 25 دسمبر 2022ء کو لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے قیام کو 100 سال بیت رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

ادارہ الفضل آن لائن اس موقع پر شکرانہ کے طور پر خصوصی نمبر کی اشاعت کرنے جا رہا ہے۔ لہذا

1. شعراء سے اس موقع کی مناسبت سے منظوم کلام بھجوانے کی درخواست ہے۔
2. اگر مختلف ممالک میں لجنہ کی مساعی پر لجنہ کی عہدیدار کوئی نوٹ لکھ کر Info@alfazlonline.org پر مؤرخہ 29 اکتوبر بروز ہفتہ تک بھجوا سکیں تو ممنون ہوں گا۔
3. لجنہ کی مالی قربانی سے بننے والی مساجد و دیگر عمارات کی مختصر تاریخ مع تصاویر یا کسی اور قسم کی اہم تاریخی مساعی ہو تو اس کی بھی رپورٹ بھیجی جا سکتی ہے۔

تعاون کی مکرر درخواست

(ابوسعید۔ ایڈیٹر الفضل آن لائن)

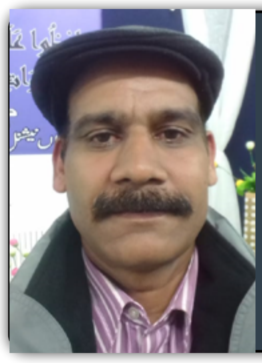

رپورٹ: ارشد محمود۔ نمائندہ الفضل آن لائن۔ یونان

یونان میں اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن برائے مہاجرین کے پروگرام میں شمولیت

مکرم عطاء النصیر صاحب مربی سلسلہ و نیشنل صدر یونان کو مؤرخہ 26/ستمبر 2022 کو UNHCR یونان کی ملکی نمائندہ محترمہ ماریہ کلارا مارٹن صاحبہ کی دعوت پر ان کے ایک پروگرام DRIVING&ROAD SAFETY PROJECT کی اختتامی تقریب تقسیم اسناد میں شرکت کی توفیق ملی۔ اس پروگرام میں اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے سپیشل نمائندہ برائے ROAD SAFETY مکرم جان ٹاڈ صاحب نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ یونان کی نائب وزیر برائے امگریشن اور اسائلم بھی شامل ہوئیں۔ اس پروگرام میں یونان کی دیگر سرکاری و سفارتی اور غیر سرکاری اداروں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

اس موقع پر مہمان خصوصی کے علاوہ کیتھولک ریلیف کے ملکی سربراہ، روڈ سیفٹی انسٹیٹیوٹ پانوس میلوناس کی صدر محترمہ واسیلیکی دانیلی میلونا، UNHCR PROTECTION OFFICER مکرم پیتروس ماستاکاس صاحب اور ایران، شام، افغانستان اور گیمبیا سے تعلق رکھنے والے چند طلباء کو محترم مربی صاحب نے جماعت احمدیہ یعنی حقیقی اسلام کا تعارف کروایا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اس موقع پر برطانوی سفیر کے نمائندہ سے بھی ان کی گفتگو ہوئی جو جماعت احمدیہ سے پہلے ہی متعارف تھے اور ایک پراجیکٹ میں جماعت احمدیہ کے ساتھ پہلے بھی کام کر چکے ہیں۔ طلباء میں سے تین کو محترم مربی صاحب نے اپنے گھر ملنے کے لئے بلایا ہے۔ اس کے علاوہ گیمبیا سے تعلق رکھنے والے دوست اپنی کمیونٹی کے صدر کے ساتھ محترم مربی صاحب سے ملنے کے لئے تشریف لائیں گے۔ یہ پروگرام دو گھنٹے یعنی شام 6 بجے سے 8 بجے تک جاری رہا۔ امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس پروگرام میں شمولیت کی وجہ سے تبلیغی روابط میں اضافہ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ خداتعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سینے بھی احمدیت کے نور سے منور فرمائے اور یہ لوگ بھی وقت کے امام کو پہچانیں۔ آمین

وحید احمد۔ لندن

صحابہ کرامؓ کے پاکیزہ نمونے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین ایسی عظیم اور مقدس شخصیات تھیں کہ قرآن پاک نے آپ کی توثیق فرمائی کیوں کہ یہ وہ جماعت تھی جنہوں نے رسول کائنات، سرور کائنات، رحمۃ العالمین کی براہِ راست رفاقت اور مصاحبت پائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

(التوبہ:100)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

ان بابرکت وجودوں کو یہ مقام کیسے اور کیوں کر ملا۔ اس کا جواب تو یہی کہ انہوں نے سیّدنا حضرت محمد ﷺ کی کامل اتباع کی اور اس اتباع کے نتیجہ میں اپنے پروردگار کی سچی محبت تک کا ارتقاء انہیں اس بلند پایۂ مقام تک لے گیا۔

ان پاک ہستیوں کو براہِ راست مشکوۃِ نبوت ﷺ سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع میسر آیا جس کے نتیجہ میں قرآن پاک سے محبت اور احکام الٰہی پر لبیک کہنے اور اس پر عمل پیرا ہو کر رَضِیَ اللّٰہُ کا مرتبہ پایا۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ

(فاطر:30)

کتاب اللہ کی تلاوت، اس پر غور اور تفکر سے، اللہ کی تخلیق اور اس کے وجود کی حقیقت سمجھتے ہوئے اس کے حضور شکر کے جذبات پیش کیے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ نئے انداز میں یوں بیان فرمایا کہ:

اَلَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ

(المومنون:3)

جب خشیعت الٰہی کا عرفان حاصل ہوا تو کائنات کی مادی اور روحانی تخلیق پر غور کے نتیجہ میں ان کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

(النور:36)

اس ارشاد کی تعمیل آج بھی کی جائے تو جوں جوں اس تخلیق کی گہرائی میں جاتے ہیں ہم ایک نئی دنیا میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ تہہ در تہہ خزائن ملتے جاتے ہیں۔ ہر طرف ایک نئی دنیا اور نیا عالم دکھائی دیتا ہے۔

خدا تعالیٰ اپنے کلام الٰہی کے آغاز میں فرماتا ہے کہ:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

مادی یا روحانی کائنات پر غور کرنے کا اس میں اشارہ ہے۔ تخلیق کائنات کے یہ نشانات مکمل اور قابل تحسین و قابل ستائش ہیں۔ جس پر غور کرنے پر شکر گزاری اور اس خالق حقیقی کی ثناء اور تسبیح لازم و ملزوم ٹھہرتی ہے، کائنات کی خوبصورتی کا فہم ملتے ہی دل وجان سے نکلتا ہے

سُبۡحَانَ اللّٰہ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ

اسی لئے آگے جا کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ…. لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ

(البقرہ:165)

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے اور پیچھے آنے میں … عقلمندوں کے لیے یقیناً کئی نشانات ہیں۔ اصحاب کرامؓ انہیں نشانات کو پانے اور خالق حقیقی سے اپنی محبت اور لگاؤ میں امتیازی حیثیت پیدا کرتے ہوئے اس پیارے کی رضا میں گویا کھو ہی گئے۔ تبھی تو خالق کائنات نے خود اپنی کتاب رحمن میں ان کو بشارت دی کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ۔ کائنات کے حوالہ سے اس مضمون کو معمور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے؛

وَاِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ شَمۡسٌ مُّنِیۡرَۃٌ
وَبَعۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ بَدۡرٌ وَّ کَوۡکَبٌ

یقیناً رسول اللہ ﷺ روشن سورج ہیں اور آپ ﷺ کے بعد باقی سب چاند ستارے ہیں۔

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 103)

اصحاب کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار آپؐ کی ہر رنگ میں اتباع کر کے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا؛

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آلِ عمران:33)

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آپؐ کی عبادات کے رنگ تو نرالے تھے ہی۔ آپؐ کے اصحابؓ کی خدا تعالیٰ سے عشق اور راز و نیاز کے طریق اور واقعات بھی دل کو لبھا لینے والے ہیں اور ان میں وہی روشنی ہے جس کے بارہ میں کہا گیا ہے

أَصۡحَابِی کَالنُّجُومِ بِأَیِّہِمُ اقۡتَدَیۡتُمُ اہۡتَدَیۡتُمۡ

قیام الصلوٰۃ

صحابہ رضی اللہ عنھم کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس کا ماحصل یہی ہوگا اور ہر مرتبہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ آغوشِ اسلام میں آنے کے بعد ان کا صرف ایک ہی مطمع نظر تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کسی طور انہیں میسر آجائے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت اور عشق کے اظہار کا سب سے بہترین طریق جو انہوں نے اپنے دل وجان سے پیارے محبوب سے سیکھا تھا وہ یہ تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی پر غور کیا جائے تو اس میں ان کا عشق الٰہی سرفہرست ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے راز و نیاز کرنا آپ کی زندگیوں کا اوڑھنا بچھونا بن چکا تھا۔ گویا آپؓ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ کی تعمیل کے لئے وقف ہوچکی تھی۔ احادیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ قرآن کریم کے اس حکم اَلَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ (المومنون:3) کی تعمیل میں ہمہ تن گوش رہتے۔

صحابہؓ کو نماز خصوصاً نماز باجماعت کے اہتمام کا اس قدر احساس تھا کہ جب جماعت ہونے لگتی تو کثرت سے صحابہ کے نماز کی طرف رخ کرنے سے شور ہو جاتا تھا۔ سخت سے سخت مصروفیت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ، صحابہؓ کے متعلق فرماتے تھے کہ ’’صحابہؓ کاروبار اور محنت مزدوری کرتے تھے لیکن نماز مفروضہ کو جماعت کے ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے‘‘

حضرت عمرؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا جس سے آپ کی شہادت ہوئی اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نمازِ فجر کے لئے جگایا تو خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا نماز فرض ادا کی۔

(مؤطا)

صحابہؓ کو نماز باجماعت کی ادائیگی کا بے حد خیال رہتا۔ نماز کا وقت ہوتا تو صحابہؓ اپنے تمام کام چھوڑ کر مسجد کی طرف چلے جاتے۔ قرآن کریم نے انہی کے بارہ میں فرمایا کہ:

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَاتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ

(المعارج:35)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ رہتے ہیں۔ کئی کمزور اور معذور صحابہؓ دوسروں کا سہارا لے کر مسجد پہنچتے۔ اگرچہ بارش میں آنحضور ﷺ نے اجازت دی ہوئی تھی کہ نماز گھر پر پڑھ لی جائے لیکن صحابہؓ پھر بھی مسجد پہنچ جاتے۔ کئی بار بہت بہت دیر تک مسجد آکر آنحضور ﷺ کا انتظار کرتے تاکہ آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کرسکیں۔ محبوب سے محبوب چیز بھی اگر نماز میں خلل انداز ہوتی تو اُن کی نظر میں مبغوض ہو جاتی۔ حضرت ابوطلحہؓ ایک روز اپنے بہت خوبصورت گھنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا شاخوں میں پھنس گئی جس سے آپؓ کی نماز سے توجہ ہٹ گئی اور یاد نہ رہا کہ کتنی رکعات پڑھ لی ہیں۔ دل میں کہا کہ اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد باغ کو صدقہ میں دیدیا۔ اسی طرح ایک اَور صحابی کی توجہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے ہوئے پھل سے لدے ہوئے درختوں کی طرف منتقل ہوگئی تو نماز سے فارغ ہو کر سیدھے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر باغ کو صدقہ میں پیش کر دیا جو پچاس ہزار پر فروخت ہوا۔

حضرت ابی ابن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری مسلمان کا گھر میرے علم کے مطابق مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا لیکن جماعت کے ساتھ اس کی ایک نماز بھی چھٹتی نہ تھی۔ کسی نے اس سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تم ایک گدھا خرید لو اور دوپہر کی گرمی اور رات کے اندھیرے میں اس پر سوار ہو کر مسجد آیا کرو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں تو یہ بھی پسند نہ کروں گا کہ مجھے مسجد کے پہلو میں رہائش کے لئے مکان مل جائے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے مسجد کو چل کر آنے اور گھر واپس جانے کا ثواب

میرے اعمال نامہ میں لکھا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب سن کر فرمایا ’’قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ‘‘ اللہ تعالیٰ نے یہ سب ثواب اکٹھا کر کے تمہارے لئے رکھا ہے۔

نماز سے محبت اور لگاؤ دراصل اصحاب کرامؓ کی اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت اور قرآن پاک کی اس تعلیم کا عکاس ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(الانعام:163)

ترجمہ؛تو کہہ دے کہ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

ذکر الٰہی اور نوافل

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا صبح وشام، رات اور دن، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ان کا دل و دماغ ذکر الٰہی سے معطر رہتا تھا۔ اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ ہمارے سید و مولیٰ ﷺ فداہ نفسی نے فرمایا اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی اَصۡحَابِی کہ میرے صحابہ میں خدا ہی خدا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کی روح کی غذا اور ان کے دل کی لذت بن گیا تھا اور ان کی زبانوں پر سُبۡحَانَ اللّٰہِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ جاری رہتے تھے۔ ان کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ورثہ میں نہیں ملا تھا بلکہ انہوں نے جان اور مال اور عزت اور جذبات اور وقت کی قربانی کر کے خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق کو حاصل کیا تھا اور جب مکہ کی پتھریلی زمین پر تپتی دوپہر میں ننگے بدن ان کو لٹا کر گھسیٹا جاتا تھا تب بھی ان کی زبان سے خدائے واحد کا ذکر بلند ہوتا تھا۔ سیّدنا بلالؓ کے واقعہ کو کیونکر فراموش کیا جاسکتا ہے جب آپ کو تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا اور اس ظلم و بربریت کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتے لیکن جونہی ہوش آتا تو آپؓ کی زبان مبارک پر خدا تعالیٰ کی کبریائی ہی ظاہر ہوتی، کہ اَحَد، اَحَد کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے۔

صحابہ کرامؓ کے دن رات کے ذکر الٰہی کی کیفیت کا اندازہ اس روایت سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے حضرت حارثؓ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ بولے یارسول اللہ! خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ بولے دنیا سے میرا دل بھر گیا ہے اس لئے رات کو جاگتا ہوں، دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہوں گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہے اور اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہوں اور گویا اہلِ دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے حقیقت کو پالیا اب اس پر قائم رہو۔

(اسد الغابہ)

نوافل ذکر الٰہی کا خصوصی ذریعہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نوافل کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھتا چلا جاتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ہاتھ اور پاؤں اور آنکھ اور کان بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو نوافل سے جو رغبت اور الفت تھی اس کا تذکرہ احادیث اور سیرت کی کتب میں کثرت سے ملتا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مغرب کی نماز سے قبل اذان ہوتے ہی صحابہؓ مسجد کے ستونوں کے قریب تیزی سے جاتے اور حضور ﷺ کی امامت کے لئے تشریف لانے تک نوافل میں مصروف رہتے۔

(بخاری)

صحابہ میں ذکرِ الٰہی کا ذوق و شوق بلا تفریق تھا امیر و غریب صحابہ سب کے سب اس میں برابر کے شریک تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ غریب مہاجرین آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور اہل ثروت لوگ بڑے درجات پا گئے ہیں کیونکہ وہ ہماری طرح ہی نمازیں پڑھتے ہیں، ہماری طرح ہی روزے رکھتے ہیں مگر ان کے پاس زائد مال ہے جس کے ذریعہ وہ حج اور عمرہ اور جہاد اور صدقہ میں شریک ہوتے ہیں (مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے)۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس کے ذریعہ تم اپنے سے پہلوں سے بھی اور بعد میں آنے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ گے اور کوئی شخص تم سے فضیلت نہ لے جاسکے گا مگر بایں شرط کہ وہ بھی وہی کرنے لگے جو تم کرتے ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ضرور بتایئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم نماز کے بعد 33-33 دفعہ تسبیح تحمید اور تکبیر کیا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ غریب مہاجرین پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی ہے اور یہ ذکرِ الٰہی انہوں نے بھی شروع کر دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ کہ پھر یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور کچھ صحابہؓ کو حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کس مقصد سے یہاں بیٹھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس نے جو احسانات ہم پر کئے ہیں اور دین کی طرف جو ہدایت ہمیں دی ہے اس پر اس کی حمد کریں۔ آپؐ نے فرمایا کیا خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو کہ تمہارا مقصد صرف یہی ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا ہاں خدا کی قسم ہمارا مقصد صرف یہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے یہ قسم تمہیں اس لئے نہیں دلوائی کہ مجھے تم پر کوئی شک تھا صرف بات یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔

(مسلم)

غسق اللیل و صلوۃ تہجد

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی نماز تہجد کا ذکر خود خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق ان کے صاحبزادہ سالم روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عبد اللہ کتنا ہی اچھا آدمی ہے اگر وہ رات کو نفل پڑھا کرے۔ سالم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد ابن عمر رات کو تھوڑا ہی سوتے تھے اور زیادہ وقت نماز تہجد میں گزارتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا گھر رات بھر ذکرِ الٰہی سے اس طرح معمور رہتا تھا کہ انہوں نے اور ان کی بیوی اور خادم نے رات کے تین حصے کر لئے تھے اور ان میں سے ایک جب تہجد سے فارغ ہو چکتا تھا تو دوسرے کو نماز کے لئے جگا دیتا تھا۔ بعض صحابہ کو نماز تہجد میں اتنا غلو ہو جاتا تھا کہ حضور ﷺ ان کو اعتدال اور میانہ روی کی تلقین کرتے اور اپنے نفس کا حق ادا کرنے کی نصیحت فرماتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ و بن عاص کی روایت ہے کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنی تمام زندگی دن کو روزہ رکھوں گا اور تمام رات نفل پڑھوں گا۔ حضورؐ کو میرے اس ارادہ کی خبر ہوئی تو آپؐ نے پوچھا کیا یہ بات صحیح ہے۔ میں نے جواب دیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یہ بات صحیح ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ نماز کے لئے بھی اٹھو اور کچھ دیر رات کو سو کر گزارو اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لیا کرو کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے۔ میں نے کہا حضور مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا دو دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔ میں نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا تو پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت کے مطابق ایک دن روزہ رکھو ایک دن چھوڑ دو اس سے زیادہ روزہ رکھنا فضیلت کی بات نہیں۔

حضرت زینب بنت جحشؓ برابر نماز میں مصروف رہتیں اور جب تھک جاتیں تو دو ستونوں میں ایک رسی باندھ رکھی تھی اس سے سہارا لے لیتی تھیں تاکہ نیند نہ آنے پائے۔ آنحضرت ﷺ نے رسی کو دیکھا تو فرمایا کہ ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہئے جو ان کی طاقت میں ہو اور اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے وہ رسی کھلوا کر پھینکوا دی۔

(بخاری)

تلاوت قرآن پاک اور حفظِ دعا

صحابہؓ کا تلاوت قرآن اور حفظ قرآن اور تدبّر قرآن کا ذوق و شوق معروف ہے۔ صحابہؓ قرآن کریم کے اس اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا (بنی اسرائیل:79) پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

حضرت عَبّاد بن بشر ایک انصاری صحابی تھے آپ کی عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت جاگے تو مسجد سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے بہت جلدی جاگا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ آواز عَبّاد کی ہے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں مَیں نے عرض کی کہ انہی کی آواز لگتی ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ اے اللہ! عَبّاد پر رحم کر۔

(صحیح البخاری حدیث 2655)

عرب معاشرہ میں شعرو شاعری کو بڑی عظمت حاصل تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عرب کے ایک چوٹی کے شاعر کو جو مسلمان ہو گئے تھے فرمایا کہ اپنے کچھ اشعار سناؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام لانے کے بعد میں شاعری ترک کر چکا ہوں کیونکہ قرآن شریف کی سورتوں کی تلاوت نے اب مجھے شاعری سے مستغنی کر دیا ہے۔ صحابہؓ کے شوق تلاوت قرآن کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن عمرؓ کی کثرت تلاوت دیکھ کر فرمایا کہ پورے ایک مہینہ میں ایک بار قرآن ختم کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیس دن میں۔ گزارش کی میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا پندرہ دن میں، بولے کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ ارشاد ہوا کہ دس دن میں عرض کی مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا سات دن میں ہی قرآن مجید ایک بار پڑھ لیا کرو

اور اب اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔

(ابو داؤد)

’’اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ‘‘عبادت کا مغز دعا ہے۔ دعا پر کامل یقین، مقبول دعاؤں سے مومن کو خاص حظ پہنچتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر پختہ یقین اور اس سے محبت کا پیمانہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو بسم اللہ کہہ کر رکاب میں پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیت پڑھ کر خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کی پھر اور دعا کی ’’سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا۔۔۔‘‘ پھر تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی ’’سُبْحَانَکَ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ‘‘۔ پھر حضرت علیؓ ہنس پڑے۔ لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ بولے ایک بار رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح سوار ہوئے اور اسی طرح حضور ﷺ نے دعائیں اور اذکار پڑھے اور پھر ہنس پڑے۔ ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔

(ابو داؤد)

تبتل الی اللہ

صحابہؓ کا ہر لمحہ اپنے خالق حقیقی کی رضاجوئی میں صرف ہوتا اور ہمیشہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں محو رہتے، اس لاثانی محبت اور پیار کی وجہ سے آپ کے قلوب بہت نرم اور گداز تھے۔ قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے مواعظات سننے اور ذکر الٰہی اور دعا کے ساتھ ان میں رقت پیدا ہوتی تھی۔ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب قرآن مجید کی آیت ’’اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔۔۔‘‘ پڑھتے تو بے اختیار رو پڑتے تھے اور دیر تک روتے تھے۔ ایک بار انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ آیت پڑھتے سنا ’’فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ‘‘ تو اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان دونوں تر ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بہت رونے والے شخص تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو آنسوؤں کو روک نہیں سکتے تھے۔ کفار مکّہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو گھبرا گئے اور ان کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں عورتیں اور بچے اسلام کی طرف راغب نہ ہو جائیں۔

امام الزماںؑ اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصحاب کرام کا ذکر خیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کی عظیم قربانیوں کا تذکرہ اپنی تحریر و تقریر میں جابجا فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’ایک صحابی کی بابت لکھا ہے کہ جب اس کے ہاتھ کاٹے گئے تو اس نے کہا کہ میں وضو کرتا ہوں۔ آخر لکھا ہے کہ سر کاٹو تو‘‘ (پھر کہا کہ) ’’سجدہ کرتا ہے۔ کہتا ہوا مر گیا۔ اس وقت اس نے دعا کی کہ یا اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ (میں) تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے جا کر السلام علیکم کہا۔ آپ نے علیکم السلام کہا اور اس واقعہ پر اطلاع ملی۔ غرض اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے‘‘ (جس طرح ان صحابی نے کہا تھا میں نے ربِّ کعبہ کو پا لیا۔ جو انتہا تھی عشق کی وہاں میں پہنچ گیا۔) فرماتے ہیں کہ ’’اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو تو مومن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کہہ دیا جاوے کہ یا نصرانی ہو جا یا قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت دیکھنا چاہئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز آتی ہے؟ آیا وہ مرنے کے لئے سر رکھ دیتا ہے یا نصرانی ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر (وہ) مرنے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ مومن حقیقی ہے ورنہ کافر ہے۔ غرض ان مصائب میں جو مومنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذت ہوتی ہے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اگر یہ مصائب لذت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گزارتے‘‘

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 308-309)

حضرت سیّدنا امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات مبارکہ اور ان کے ناقابل فراموش واقعات پر مبنی خطبات کا ایک غیرمعمولی سلسلہ شروع کر رکھا ہے ان خطبات میں جنگ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کرامؓ کا ذکر خیر جاری ہے۔ ان خطبات سے اسلامی تاریخ کے درخشندہ باب میں اپنی نوعیت کا منفرد اضافہ ہے۔

حضور انور نے ایک خطبہ میں فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے جیسے کہ ایک برتن قلعی کروا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ان لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورت نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے۔ گویا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا کے سچے مصداق تھے‘‘

پھر فرمایا کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جسم کی طرح ہیں اور (آپ کے) صحابہ کرامؓ آپ کے اعضاء ہیں‘‘۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں صحابہ کے مقام کو بھی پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نمونوں پر چلتے ہوئے اپنے اخلاص و وفا کو بھی بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 9/ مارچ 2018ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

دیرینہ خادم سلسلہ محترم چوہدری سمیع اللہ سیال وکیل الزراعت تحریک جدید کی وفات

مکرم ایم۔ ایم۔ طاہر تحریر کرتے ہیں۔

سینئر واقف زندگی اور وکیل الزراعت تحریک جدید محترم چوہدری سمیع اللہ سیال صاحب مورخہ 14 ستمبر 2022ء بروز بدھ 88 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اسی روز مغرب کے بعد 7:15 بجے بہشتی مقبرہ دارالفضل میں آپ کی نماز جنازہ محترم مولانا جمیل الرحمان رفیق صاحب نے پڑھائی اور قطعہ نمبر 12 میں تدفین کے بعد آپ ہی نے دعا کروائی۔

دفتری ریکارڈ کے مطابق آپ 28 دسمبر 1934ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ضلع جالندھر سے تھا۔ آپ کے والد مکرم رحمت اللہ سیال صاحب تقسیم ہند کے فسادات کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ والدہ بھی آپ سے احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے جدا ہو گئی تھیں۔ آپ والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ مشکل حالات میں آپ پروان چڑھے۔ 1949ء میں میٹرک کے بعد وقف کر کے ربوہ آ گئے۔ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب اور محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب اور دیگر واقفین کے ساتھ آپ کا انٹرویو حضرت مصلح موعودؓ نے لیا۔ آپ کو تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ آپ نے پہلے بی ایس سی کیا جس کے بعد آپ کا ابتدائی تقرر 1953ء میں ہوا۔ پھر ایم اے میں داخلہ لیا اور ایم ایس سی شماریات کی ڈگری لی۔ 1956ء میں آپ کو وکیل التجارت مقرر کیا گیا۔ وکیل التجارت کی نگرانی میں یونیورسل ٹریڈنگ کمپنی جو کہ اجناس کی کمیشن ایجنسی کا کام کرتی جس کے دفاتر کراچی کے علاوہ کنری اور فیصل آباد میں بھی تھے اور ہیڈ آفس ربوہ میں تھا۔ آپ اس کی نگرانی کرتے رہے۔ اسی طرح پروموٹرز کارپوریشن لیمٹڈ کمپنی جو کہ کنری پریسنگ اینڈ جننگ فیکٹری کے کام کو سرانجام دینے کے لئے بنائی گئی۔ آپ پہلے اس کے ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹر اور پھر بطور چیئرمین کام کرتے رہے۔

1960 سے 1963ء تک آپ کو بطور ٹیچر سیرالیون میں خدمت کا موقع ملا۔ واپس آ کر آپ پہلے وکالت مال ثانی اور پھر وکالت مال اول میں خدمت کرتے رہے۔ 1976ء میں افسر امانت، 1980ء میں نائب وکیل المال ثانی مقرر ہوئے۔ 1983ء میں آپ وکیل الزراعت و صنعت وتجارت مقرر ہوئے۔ 1988ء تا 1999ء آپ نے بطور وکیل الدیوان خدمات سرانجام دیں۔ 1999ء میں دوبارہ وکیل الزراعت و صنعت وتجارت مقرر ہوئے۔ 2012ء سے تادم واپسیں آپ وکیل الزراعت کی حیثیت سے خدمت سرانجام دے رہے تھے۔

خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بھی آپ کو لمبا عرصہ مختلف شعبہ جات کے مہتمم کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ نیز آپ مہتمم مقامی ربوہ بھی رہے۔ جلسہ سالانہ کی مختلف نظامتوں میں خدمت کرتے رہے۔ 1956ء میں آپ کی شادی محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت مکرم عطاء محمد صاحب سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں سے نوازا۔ مکرم ڈاکٹر ضیاء اللہ سیال حال مقیم کینیڈا اور مکرم افتخار اللہ سیال واقف زندگی انچارج کمپیوٹر سیکشن تحریک جدید۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جاذب محمود۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

رؤیا و کشوف کی روشنی میں اصحابِ احمدؑ کا عشقِ رسولؐ

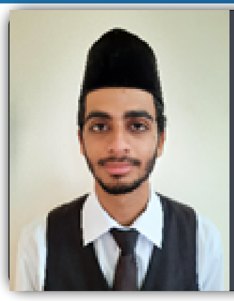

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ان مبارک وجودوں میں شامل ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے موعود مسیح کی نہ صرف بیعت کی بلکہ اُن کی تعلیمات اور نصائح پر ایسا عمل کیا کہ روحانی مدارج طے کرتے چلے گئے۔ رسول اللہؐ سے عشق کا نمونہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کیا، وہ ایسا تھا کہ اسلام میں کم ہی ہیں جنہوں نے ایسا مقام پایا۔ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نمونہ پر ایسا عمل کیا کہ آسمانوں نے شہادت دی کہ یہ شخصیتیں رسول کریمؐ سے سچی محبت رکھتی ہیں۔

اس مضمون میں ان چند رؤیا و کشوف کا ذکر ہے جن میں آپؓ نے رسول کریمؐ کو دیکھا اور آپؐ کی صحبت میں وقت گذارا۔ مگر یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب دوست ملتے ہیں تو ضروری نہیں کہ عوام الناس کو ہر بات پتہ چلے۔ مگر حضرت مصلح موعودؓ نے بعض رؤیا و کشوف کا ذکر محض اس لئے کر چھوڑا کہ تا افراد جماعت کے ایمان تازہ ہوں اور وہ بھی ان برکات کو چکھیں اور خود اپنی کوششیں کریں۔

حضرت مولوی حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے قریبی دوست تھے۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کے بعد آنحضرتؐ صرف خواب میں ہی نظر نہیں آتے بلکہ بیداری میں بھی زیارت ہوا کرتی تھی۔

(حیاتِ نور صفحہ 194)

پھر آپ لکھتے ہیں کہ ’’میں نے ایک دفعہ رؤیا میں نبی کریمؐ کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ’’تمہارا کھانا تو ہمارے گھر میں ہے۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 122)

ایک موقعہ پر آپؓ نے اپنی ایک خوبصورت خواب یوں بیان کی:

’’میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس مندر کے سامنے آٹے، نمک، تیل وغیرہ یعنی پرچون کی ایک دوکان ہے۔ وہاں ایک لکڑی کی چوکی پر حضرت نبی کریمؐ بیٹھے ہیں۔ میں وہاں سے گزرا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم ہمارے یہاں سے آٹا لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک لکڑی کی ترازو میں آٹا تولا جو بظاہر ایک آدمی کی خوراک کے قابل تھا۔ میں نے اپنے دامن میں اس کو لیا۔ جب وہ آٹا میرے دامن میں ڈال چکے تو کفہ ترازو کو زور سے ڈنڈی پر مارا تا کہ سب آٹا میرے دامن پر گر جائے۔ جب میں آٹا اپنے دامن میں لے چکا تو میں نے سوال کیا کہ آپؐ نے حضرت ابوہریرہ کو کوئی ایسی بات بتائی تھی جس سے وہ آپ کی حدیثیں یاد رکھتے تھے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کیا۔ وہ بات مجھے بھی بتا دیں تا کہ میں آپؐ کی حدیثیں یاد کرلوں۔ کہا کہ ہم کان میں بتاتے ہیں۔ میں نے کان آگے کیا اور آپؐ نے اپنا منہ میرے کان سے لگایا کہ اتنے میں خلیفہ نورالدین نے میرے ایک پاؤں کو خوب زور سے دبایا اور کہا کہ نماز کا وقت ہے۔ میری سمجھ میں آیا کہ حدیث پر عمل کرنا ہی حدیثوں کے یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔ اٹھانے والا بھی خواب ہی کا فرشتہ ہوتا ہے اور نورالدین کے لفظ سے یہ تعبیر میری سمجھ میں آئی۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 173)

رسول اللہؐ سے ایسا قرب تھا کہ فرمایا:

’’میں نے ایک مرتبہ نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اُٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں۔ پھر میرے کان میں کہا کہ تو ہم کو محبوب ہے۔‘‘

(حیاتِ نور صفحہ 519-520)

رسول اللہؐ آپ کی ہدایت کا سامان بھی فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا:

’’ان دنوں مجھ کو ایک بیوہ کا پتہ لگا کہ جس کو مختلف اسباب سے میں پسند کرتا تھا۔ میں نے اس کے یہاں نکاح کی تحریک کی۔ وہ عورت تو راضی ہو گئی۔ مگر ملک کا رواج جو بیواؤں کے نکاح کا نہیں ہے اس کے متعلق اس نے عذر کیا اور پھر یہ بھی کہا کہ آپ نکاح کر لیں کچھ دنوں کے بعد میرے ولی راضی ہو جائیں گے۔ میں نے ان ولیوں کو اس خیال پر کہ وہ بیوہ کے نکاح کو روکتے ہیں معزول سمجھا۔ اور اس نکاح میں جرأت کر لی۔ قبل اس کے کہ وہ ہمارے گھر میں آئے۔ میں نے حضرت نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا چہرہ زرد ہے زمین پر لیٹے ہیں اور داڑھی منڈھی ہوئی ہے۔ میں ہوشیار ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ نکاح سنت کے خلاف واقع ہوا ہے۔ دالان میں آتے ہی مجھ پر نوم غیر طبعی طاری ہو گئی۔ میں لیٹ گیا تو میں نے حضرت نبی کریمؐ کو دیکھا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کے قریب معلوم ہوتی تھی۔ گویا وہ عمر تھی جب آپؐ کی شادی ہوئی ہو گی۔ میں نے دیکھا کہ بائیں جانب سے آپ کی داڑھی خشخشی ہے اور داہنی طرف بال بہت بڑے ہیں اور میں حضور میں بیٹھا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا کہ بال دونوں طرف کے برابر ہوتے تو بہت خوبصورت ہوتے۔ پھر معاً میرے دل میں آیا کہ چونکہ اس حدیث کے متعلق تجھ کو تامل ہے اس لئے یہ فرق ہے۔ تب میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ اگر سارا جہان بھی اس کو ضعیف کہے گا تب بھی میں اس حدیث کو صحیح سمجھوں گا۔ یہ خیال کرتے ہی میں نے دیکھا کہ دونوں طرف داڑھی برابر ہو گئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور مجھ سے کہا کہ کیا تو کشمیر دیکھنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ چل پڑے اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ بانہال کے رستے سے ہم کشمیر گئے۔ یہ بھیرہ چھوڑنے اور کشمیر کی ملازمت کی تحریک ہے اس لئے میں بھیرہ کا اور کوئی حال نہیں لکھواتا۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 158-160)

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی و المصلح الموعودؓ

حضرت مصلح موعودؓ کا عشق رسول بے مثال تھا۔ ایک بار جب حضرت مصلح موعودؓ کی عمر کافی کم تھی، آپؓ نے ایک رؤیا دیکھی۔ اس رؤیا میں آپؓ ایک بڑی مجلس میں تشریف فرما تھے اور اسی رؤیا میں آپ کو بتایا گیا کہ رسول کریمؐ بھی موجود ہیں گو آپؓ نے ان کو نہ دیکھا۔

(الفضل 13 دسمبر 1914ء صفحہ 12، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 37 تا 38)

آپؓ نے اس زیارت کی کثرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں نے بیسیوں دفعہ رسول کریمؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا اور آپ نے بتایا کہ یہ بات یوں ہے اور وہ اسی طرح ثابت ہوئی۔‘‘

(الفضل 26 ستمبر 1933ء صفحہ 7، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 108)

پھر ایک اور جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’ابھی کچھ ہی دن ہوئے محمد مصطفےٰؐ تمثیلی طور پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مجھے فرمایا۔ ہم تیری مشکلات کو دیکھتے ہیں اور ان کو دور کر سکتے ہیں لیکن ایک دو (یا دو تین کہا) سال تک صبر کی آزمائش کرتے ہیں۔‘‘

(پیغام صلح کے چند الزامات کی تردید، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 398، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 44-45)

احادیث رسولؐ کی تصدیق آپ کو بھی ہوتی رہی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

’’میں نے ایک دفعہ رسول کریمؐ کو رؤیا میں دیکھا آپ ایک اور شخص سے فرما رہے تھے أَتُصَدِّقُنِيْ وَلَا تُؤْمِنُ بِيْ یعنی تو میری تصدیق تو کرتا ہے مگر میری بات نہیں مانتا۔ گویا یہ ایک حدیث ہے جو رسول کریمؐ کے مونہہ سے میں نے براہ راست سنی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 19 اپریل 1935ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 16 صفحہ 273، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 116)

پھر آپؓ اپنی ایک پیاری خواب کو یوں بیان فرماتے ہیں:

’’مقبرہ بہشتی کی طرف جاتے ہوئے مدرسہ احمدیہ اور بکڈپو کے درمیان سے جو گلی گزرتی ہے۔ اور جس کے آگے کنواں آجاتا ہے یہاں پہلے ایک چھوٹا سا میدان تھا۔ اب تو وہاں کمرے بن چکے ہیں۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ اس میدان میں ایک کرسی بچھائی گئی ہے اور کسی نے کہا ہے کہ رسول کریمؐ تشریف لا رہے ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک طرف سے رسول کریمؐ تشریف لا رہے ہیں۔ جب دوسری طرف میں نے نگاہ اٹھائی تو میں نے دیکھا اُس طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں اور دونوں کے منہ اُس کرسی کی طرف ہیں۔ خواب میں میں سخت گھبراتا ہوں کہ یہ کیسی خطرناک غلطی ہوئی ہے کہ رسول کریمؐ بھی تشریف لا رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی تشریف لا رہے ہیں لیکن کُرسی ایک ہے یہ تو بڑی ہتک آمیز بات ہے مگر اُس وقت نہ مجھ سے اُٹھا جاتا ہے کہ میں دوڑ کر کوئی اور کُرسی لے آؤں اور نہ کسی اور کو یہ خیال آیا۔ اُس وقت میرا دل خوف سے دھڑک رہا ہے اور جوں جوں وہ قریب آرہے ہیں میرا اضطراب بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں کُرسی کے قریب پہنچ گئے۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ اب شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پیچھے ہٹ جائیں گے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پیچھے نہ ہٹے اور رسول کریمؐ بھی آگے کی طرف بڑھے۔ اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میرے دل کی حرکت بند ہو جائے گی مگر تھوڑی دیر کے بعد ہی میں نے دیکھا کہ دونوں نے اپنے اپنے جسم کو ذرا سا ٹیڑھا کر کے کرسی پر بیٹھنے کی کوشش کی۔ اور اس کے بعد اُن کے دھڑ ایک دوسرے میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اور جب وہ کُرسی پر بیٹھ گئے تو دو نہیں بلکہ ایک ہی وجود نظر آنے لگا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 527-528، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 216 تا 217)

حضرت مصلح موعودؓ اپنی ایک دلچسپ خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’رؤیا میں میں نے دیکھا کہ میں عرب میں ہوں اور رسول کریمؐ بھی وہیں موجود ہیں۔ میں خواب میں یہ نہیں سمجھتا کہ مجھے وہ پہلا زمانہ دکھایا گیا ہے جب رسول کریمؐ دنیا میں موجود تھے اور نہ اس امر کا خیال گزر رہا ہے کہ رسول کریمؐ دوبارہ دنیا میں تشریف لائے ہیں بہر حال رسول کریمؐ وہاں موجود ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ مکہ میں ہیں اور ہم بھی مکہ میں ہیں اور مدینہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کو کچھ مشکلات درپیش تھیں اس پر آپ حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کرنے کے لئے مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریمؐ سے جو باتیں کیں ان میں ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے اور رسول کریمؐ نے اس واقعہ سے ہی فوراً ایک نتیجہ اخذ کر لیا اور اس پر عمل کر کے

مشکلات کو حل کرلیا۔ وہاں بہت سے لوگ ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا منہ مغرب کی طرف ہے یعنی افریقہ کی طرف ہے کیونکہ افریقہ عرب سے مغرب کی طرف ہے اور رسول کریمؐ جنوب کی طرف کھڑے ہیں اور آپ بالکل نوجوان دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر چھبیس ستائیس سال کے قریب ہے آپ کے سر پر چھوٹی سی پگڑی ہے وہ پگڑی نہیں جو آج کل عرب لوگ باندھتے ہیں اور جسے کوفیہ کہتے ہیں بلکہ وہ پگڑی جو عرب کے لوگ پہلے زمانہ میں پہنا کرتے تھے۔ آپ کے پٹے کانوں کی لو تک ہیں۔ کچھ نیچے مگر کندھوں سے کافی اوپر تک ہیں۔ رنگ سفید ہے اور قد حدیثوں میں تو کچھ لمبا بیان ہوا ہے مگر میں نے آپ کا قد اس سے کچھ چھوٹا دیکھا ہے، آپ کچھ فاصلہ پر میری طرف منہ کر کے کھڑے ہیں۔ میں رسول کریمؐ کی طرف اشارہ کر کے لوگوں کو کہتا ہوں کہ دیکھا ایک واقعہ جو حضرت ابو بکرؓ کو تیس چالیس سال سے معلوم تھا مگر باوجود تیس چالیس سال سے معلوم ہونے کے وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے محمد رسول اللہؐ نے اسے معلوم کر کے فوراً فائدہ اٹھا لیا اور جھٹ اس سے نتیجہ اخذ کر کے اپنی مشکل حل کر لی۔‘‘

(الفضل 31 اکتوبر 1946ء صفحہ 1، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 346 تا 347)

حضرت مصلح موعودؓ کو منصب خلافت پر فائز ہوئے تقریباً تیس سال ہو چکے تھے جب آپ کو یہ پرنور خواب دکھائی دی۔ آپؓ نے اپنی رؤیا میں دیکھا کہ رسول کریمؐ کا نشان جھنڈے کی طرح بلند کھڑا کیا گیا۔ آپؓ اور آپ کے ساتھی کھڑے درود پڑھ رہے تھے اور رسول کریمؐ کی ترقی درجات کے لئے دعائیں کر رہے تھے۔ پھر اس جلوہ میں وقفہ کر دیا گیا اور اس وقفہ کے دوران ایک اور جھنڈا کھڑا کیا گیا جو فیروزی رنگ کا تھا۔ آپؓ کو بتایا گیا کہ یہ پاکستان کا جھنڈا ہے اور حضورؓ اور آپ کے ساتھی اس جھنڈے کی عزت کے قیام کے لئے دعائیں کرنے لگ گئے۔

چند منٹ بعد یہ جھنڈا غائب ہو گیا اور رسول کریمؐ کا نشان دوبارہ ظاہر ہوا اور ظاہر ہوتے ہی حضورؓ اور آپ کے ساتھی رسول کریمؐ پر پھر درود بھیجنے لگے اور پھر دعائیں کرنا شروع کر دیں۔ پھر آپؓ کو الہام ہوا کہ:

تَاجُ الْمَدِيْنَةِ نَزَلَتْ عَلٰى رَأْسِىْ

جس کا مطلب تھا مدینہ کا تاج میرے سر پر اترا۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ الہام ہوا اسی وقت آپ کے سامنے ایک تاج رکھ دیا گیا جو ایک لکڑی کے خوبصورت رنگ دار ڈبہ میں تہہ کیا ہوا بند تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت پھر دل میں القاء ہوا ''تیجان'' جو تاج کی جمع ہے۔ اس لفظ کے القاء ہوتے ہی آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ کو تیرہ چودہ آدمی کرسیوں پر بیٹھے نظر آئے اور ان سب کے سروں پر ایک جیسے تاج تھے۔ مگر بیچ میں آپ کو ایک بہت جسیم اور قد آور شخص بیٹھا نظر آیا جس کے سر پر سب سے بڑا تاج تھا اور بلند بھی بہت زیادہ تھا اور گھیر میں بھی بہت زیادہ تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ شاید وہ شخص جو درمیان میں دکھایا گیا وہ رسول کریمؐ تھے اور جو لوگ ارد گرد بیٹھے تھے وہ آپ کے نائب تھے جو مختلف وقتوں میں امت میں پیدا ہوتے رہے۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ خواب میں ہی سمجھا کہ یہ چھوٹے بڑے تاج لوگوں کے درجہ کے مطابق ہیں مگر ہیں سب رسول کریمؐ کے تاج کے نمونہ پر بنائے ہوئے۔ ایسا معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں رسول کریمؐ کے تاج کے مشابہ تاج آپ کے نائبوں کو دیا جاتا ہے اس وقت حضورؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے الہام کو دوسرے الفاظ میں ڈھالا اور کہا:

تَاجُ الْمَدِيْنَةِ وُضِعَتْ عَلٰى رَأْسِىْ

یعنی مدینہ کا تاج میرے سر پر بھی رکھا گیا۔

(الفضل 20 اکتوبر 1954ء صفحہ 2، رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 560 تا 563)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ اعلیٰ پایہ کے روحانی وجود تھے۔ حیاتِ قدسی میں آپ نے اپنے روحانی سفروں کا ذکر کیا ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ایک رات رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک شاہراہ پر جنوب سے شمال کی طرف جا رہا ہوں کہ راستہ میں ایک ہندوآنہ شکل کا آدمی سیاہ رنگ کا کتا پکڑے ہوئے کھڑا ہے۔ جب میں آگے بڑھنے لگا تو وہ کتا مزاحم ہوا اور وہ شخص مجھے کہنے لگا کہ اگر تم آگے گذرنا چاہتے ہو تو مجھے سجدہ کر کے آگے گذر سکتے ہو۔ میں نے کہا کہ سجدہ تو فقط خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے اور میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کر سکتا اس پر وہ کہنے لگا اگر تم مجھے سجدہ نہیں کر سکتے تو آگے بھی نہیں گذر سکتے۔ چنانچہ اس جواب پر میں آگے قدم بڑھانے لگا تو وہ کتا پھر مزاحم ہوا اسی پس و پیش کی حالت میں جب میں بے حد پریشان تھا تو اچانک میرے پیچھے سے حضرت سرور کائناتؐ (فداہ نفسی) گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے میرے پاس پہنچے اور مجھے فرمانے لگے کہ آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیے چنانچہ میں ارشاد گرامی کی تعمیل میں حضور انورؐ کے پیچھے ہولیا اور آپؐ مجھے اس شاہراہ میں نکال کر ایک پگڈنڈی پر ساتھ لئے ہوئے اس ہندو اور کتے سے کچھ فاصلہ پر پھر اسی شاہراہ میں لے آئے اور فرمانے لگے اب اس شاہراہ پر چلے جاؤ یہ کتا اب مزاحم نہیں ہو گا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِيْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔''

(حیاتِ قدسی حصہ 1 صفحہ 11)

اسی دوران آپ کو ایک اور خواب آیا۔ فرمایا:

''انہی دنوں جبکہ میں قادیان مقدس میں تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ قادیان میں رسول کریمؐ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے کہا تو پھر ہمارے امام مسیح موعودؑ کہاں ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ عرب کی طرف چلے گئے ہیں۔ میں نے پھر اُس شخص سے دریافت کیا کہ رسول کریمؐ کہاں ہیں تو وہ شخص جو دراصل فرشتہ تھا مجھے اپنے ساتھ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اولؓ کے مطب میں لے آیا۔ جہاں میں نے دیکھا تو آنحضرتؐ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے اور آپ کی شکل حضرت خلیفہ اول مولانا نور الدین صاحبؓ سے ملتی تھی۔ اس وقت حضور انورؐ کے پاس ایک صحابی بھی بیٹھے ہوئے تھے جو اس وقت حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ہم شکل معلوم ہوتے تھے۔ خاکسار نے جب آنحضرتؐ کو دیکھا تو بجذبۂ اشتیاق ''یا رسول اللہ! یا رسول اللہ!'' کا نعرہ لگاتے ہوئے حضورؐ کے قریب بیٹھ گیا۔ حضورؐ کے ارشاد پر اس صحابی نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر مجھے دیا جب میں نے وہ کاغذ لے کر پڑھا تو اس پر آنحضرتؐ کی طرف سے یہ لکھا ہوا تھا کہ ''آپ درود پڑھا کریں۔'' اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی رؤیاء میں یہ فرماتے سنا کہ ''درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے۔''

(حیاتِ قدسی حصہ 2 صفحہ 12)

رسول اللہؐ سے قربت اور حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کا اندازہ اس خواب سے ہوتا ہے:

ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاکسار تینوں کھڑے ہیں اس وقت آنحضرتؐ کا روئے مبارک مشرق کی طرف ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رخ مبارک مغرب کی جانب ہے اور خاکسار دونوں مقدس ہستیوں سے شمال کی طرف جنوب کی سمت کو منہ کیے ہوئے کھڑا ہے اور اپنی خوش قسمتی پا نازاں ہو کر بڑی مسرت سے کہہ رہا ہے:

''ہم کس قدر خوش نصیب اور بلند بخت ہیں کہ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ کو بھی پایا اور حضرت امام مہدی کو بھی پا لیا۔''

اس کے بعد جوں ہی میں نے ان مقدس ہستیوں کے چہرہ کی طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کا روئے مبارک سورج کی طرح درخشاں ہے اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا چہرہ چودس (چودھویں) کے چاند کی طرح تاباں ہے اور حضرت نبی کریمؐ کے روئے مبارک کے عکس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ روشن ہو رہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(حیاتِ قدسی حصہ 4 صفحہ 184-185)

حضرت مصلح موعودؓ کے انتخاب کے بعد آپ کو خواب آئی:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد جب حضرت سیدنا محمود تخت خلافت پر مسند نشین ہوئے تو آپ نے اپنی دعوات خاصہ کے وعدہ کے ساتھ مجھے بہت تسلّی دی کہ اللہ تعالیٰ سے بہت امید ہے کہ آپ صحت یاب ہو جائیں گے ان ہی ایام میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک سمندر حائل ہے جس کو میں عبور کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کوئی صورت اور رستہ گزرنے کا نہیں ملتا۔ میں اسی تردد میں ہوں کہ اچانک میرے سامنے سیّدنا حضرت نبی کریمؐ ظاہر ہوئے جس جگہ حضور مجھے نظر آتے ہیں وہ سمندر کا دوسرا کنارہ معلوم ہوتا ہے اور میں پہلے والے کنارے پر ہوں۔ اس وقت میرا اور آنحضرتؐ کا فاصلہ بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے لیکن مجھے اس کو عبور کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرتؐ نے اپنے وجود کو آگے بڑھا کر میرے قریب کیا اور مجھے اوپر سے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر سمندر سے پار کر دیا یہ بشارت مجھے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعوات خاصہ اور تسلّی دلانے کے بعد نصیب ہوئی اور اس کے بعد میری حالت جلد جلد روبصحت ہوتی گئی۔

(حیاتِ قدسی حصہ 3 صفحہ 64)

آپ کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ:

''میں ایک ایسے مکان میں داخل ہوں۔ جس کے آگے ایک نہایت خوبصورت اور مزیّن شکل کا برآمدہ ہے۔ وہ برآمدہ کافی وسیع معلوم ہوتا ہے اس برآمدہ میں چار کرسیوں پر چار اشخاص مجھے نظر آئے اور مجھے بتایا گیا کہ ان چار ہستیوں میں سے فلاں ہستی اللہ تعالیٰ ہے اور فلاں سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں اور تیسری اور چوتھی ہستی کو میں نے خود پہچان لیا وہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت میاں چراغ دین صاحب لاہوریؓ تھے۔ اس نظارہ کو دیکھنے کے بعد میں دوسری حالت میں منتقل ہو گیا۔''

(حیاتِ قدسی حصہ 3 صفحہ 71)

ایک اور خواب میں دیکھا:

''میں نے نماز کی حالت میں بھی کشفی نظارے دیکھے ہیں ایک دفعہ جب میں التحیات پڑھ رہا تھا تو جب میں نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پڑھا۔ تو آنحضرتؐ کشفاً میرے سامنے متمثل ہو گئے۔ اور میرا یہ سلام اور رحمت کا تحفہ پھولوں کا ہار بن کر آنحضرتؐ کے گلے میں جا پڑا۔ اور پھر حضرت سرور کائناتؐ کی طرف سے ایک ہار آ کر میرے گلے میں پڑا اسی طرح یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ پھر کشفی حالت جاتی رہی تو میں

نے تشہد اور باقی ادعیہ متعلقہ پڑھیں اور آخری سلام پھیرا۔‘‘

(حیاتِ قدسی حصہ 3 صفحہ 97)

حضرت مولانا محمد حسینؓ

حضرت مولانا محمد حسین صاحبؓ اپنی ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میں ایک میدان میں کھڑا ہوں اور ایک بہت بڑا گھوڑا جو بہت خوبصورت اور سرخ رنگ کا تھا۔ اس پر ایک سوار چلا آ رہا تھا۔ اس گھوڑے کے پیچھے پیچھے حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے پیچھے حضرت المصلح الموعودؓ پیدل چلے آ رہے ہیں۔ وہ گھوڑا میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس گھوڑے پر حضرت نبی کریمؐ سوار ہیں۔ اتنا بڑا اور اتنا خوبصورت گھوڑا میرے خیال میں اس دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ نبی کریمؐ کے سر پر سونے اور چاندی کا تاج ہے اور بہت خوبصورت لباس ہے۔ گھوڑا اس قدر طاقتور تھا کہ حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے باگیں بڑی مضبوطی سے پکڑ کے گھوڑے کو قابو کر رکھا تھا۔ میرے دل میں وہ نظارہ دیکھ کر ایک ایسا جوش پیدا ہوا کہ میں نے کہا اے مولا کریم اس تاج پر جب سورج کی روشنی پڑتی ہو گی تو یہ گرم ہو جاتا ہو گا۔ اگر آپ مجھے پر لگا دیں تو میں اڑ کر سورج اور چاند کے درمیان آ جاؤں اور اپنے پروں سے نبی کریمؐ کو ہوا بھی پہنچاؤں اور سایہ بھی کروں۔ میرے کہنے کی دیر تھی کہ میرے بازوؤں کے بڑے بڑے پر بن گئے اور میں نے پاؤں سے ذرا سا اشارہ ہی کیا تو اڑ کر فضا میں عین اسی جگہ پہنچ گیا جہاں کی مجھے خواہش تھی۔ میرے پروں کی ہوا پہنچی تو انہوں نے سر اٹھا کر میری جانب دیکھا۔ میں بھی آپؐ کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ آپؐ کا چہرہ نہایت ہی خوبصورت تھا اور آپؐ میری طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے گویا خوشنودی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اس وقت میں بھی تہیہ کیے ہوئے ہوں کہ جدھر جدھر بھی یہ گھوڑا جائے گا میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ان کے اوپر اوپر اڑتا چلا جاؤں گا اور اپنا سایہ ان پر کیے رکھوں گا اور پروں سے سایہ کے علاوہ ٹھنڈی ہوا بھی پہنچاؤں گا۔ یہ خدمت کر کے میرا دل اتنا خوش ہوا کہ ساتھ ہی آنکھ کھل گئی۔‘‘

(میری یادیں صفحہ 238-239 از حضرت مولوی محمد حسینؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہؓ

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب فرزند حضرت سیّد عبد الستار صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ سات آٹھ سال کے تھے تو انہوں نے خواب دیکھی کہ:

کسی نے گھر میں آ کر اطلاع دی ہے کہ حضرت نبی کریمؐ تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ ہم باہر ان کے استقبال کے لئے دوڑے۔ شفاخانہ کی فصیل کے مشرقی جانب کیا دیکھتا ہوں کہ بہلی میں آنحضرتؐ سوار ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے سبز عمامہ ہے اور بھاری چہرہ ہے۔ رنگ بھی سفید گندم گوں ہے۔ اور ریش مبارک بھی سفید ہے۔ اور سورج نکلا ہوا ہے۔ مجھے فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو قرآن پڑھانے کے لئے آیا ہوں۔

(حضرت ڈاکٹر سیّد عبد الستار شاہؓ صفحہ 8)

حضرت سعیدہ بیگمؓ

حضرت سعیدہ بیگم صاحبہؓ حضرت سیّد عبد الستار شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ اور حضرت ولی اللہ شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ تھیں۔ حضرت سیّد عبد الستار شاہ صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کی بابت بیان فرماتے ہیں:

ایک دن میری اہلیہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا ہے۔ آپ نے وسطی اور سبابہ دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا کہ میں اور مسیح ایک ہیں۔

(حضرت ڈاکٹر سیّد عبد الستار شاہؓ صفحہ 29)

حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے اپنی والدہ صاحبہ کے متعلق بیان فرمایا کہ ان کی والدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرتؐ حضرت اماں جانؓ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ مسیح موعود کی بیوی ہے۔ اپنے گلے سے سونے کا ہار انہیں دے دیں۔ اس خواب کی بنا پر انہوں نے اگلے دن وہ ہار اُتار کر قادیان میں حضرت اماں جان کی خدمت میں بھیج دیا۔

(حضرت سیّد ولی اللہ شاہؓ صفحہ 99)

حضرت سیّد احمد نور کابلیؓ

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں کافی عرصہ رہے۔ اور حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید صاحبؓ کے شاگرد بھی رہے۔ آپؓ نے متعدد بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی رؤیا و کشوف میں دیکھا۔

آپ اپنی بعض خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرتؐ کے پیش ہوا اور میں نے پہچان لیا میں نے پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ ابھی اس طرف گئے ہیں اور فرمایا درود بہت پڑھا کرو۔

پھر ایک دفعہ میں نے رسول اللہؐ کا جنازہ پڑھا اور آپؐ کی قبر مبارک پر جھنڈا لگا دیا۔

پھر ایک دفعہ میں رسول کریمؐ کو مٹھیاں بھرتے بھرتے گلے ملا۔ اس حالت میں میں دیکھتا تھا کہ کبھی آپؐ ہیں اور کبھی مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

آپ کے پاس شہد کی بوتلیں آئیں وہ کھولنے لگے تو میں نے کہا میں کھولتا ہوں آپ نے فرمایا میں کھولتا ہوں آخر آپ نے کھولیں کچھ آپ نے پیا اور کچھ میں نے پیا اس شیرینی سے میری آنکھ کھل گئی۔

ایک دفعہ میں نے رسول کریمؐ اور مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا لیکن اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ وجود تو ایک ہے لیکن جلوے دو ہیں تب میں نے خیال کیا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ دو ایک نہیں ہو سکتے یعنی ایک وجود میں دو جمع نہیں ہو سکتے۔ پھر میں نے کہا کہ یہ باتیں لوگوں کے حق میں ہیں ورنہ خدا تعالیٰ تو سب کچھ کر سکتا اور ایک وجود میں دو لا سکتا ہے۔

پھر ایک دفعہ میں نے مہمان خانہ قادیان کو دیکھا کہ مکہ معظّمہ اور عرفات کے طور پر ہے۔ رسول اللہؐ نے اس میں نماز پڑھائی اور میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میں قادیان میں آیا ہوا تھا۔

ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میرا ایک حجرہ ہے اور رسول اللہؐ اور مسیح موعود علیہ السلام اس میں نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ جب تھوڑی دیر ہوگئی تو میں آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ نماز کا وقت ہے انہوں نے فرمایا کہ تمہاری انتظار تھی۔ اذان دو۔ میں اس وقت ان کا مؤذن تھا۔ میں نے اذان دی اور میری آنکھ کھل گئی۔‘‘

(شہید مرحوم حضرت صاحبزادہ عبد اللطیفؓ از حضرت سیّد احمد نور کابلیؓ صفحہ 28)

صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق

صحابہ کی رسول اللہؐ سے زیارت

حضرت سردار کرم داد خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے سے قبل رؤیا میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مل کر ٹہلتے آ رہے ہیں اور حضرت سردار کرم داد خان صاحبؓ ان کے سامنے سے آ رہے ہیں۔ رسول کریمؐ ان کو مخاطب کر کے انگلی کا اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، یہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ تین دفعہ حضورؐ نے فرمایا۔

(رجسٹر روایاتِ صحابہؓ جلد 5 صفحہ 1 ماخذ خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 748)

حضرت حافظ ابراہیم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرتؐ کو تشریف لاتے دیکھا۔ انہوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ ’’حضور! مرزا صاحب نے جو اس وقت دعویٰ مسیح اور مہدی ہونے کا کیا ہے، کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں؟‘‘ حضورؐ نے فرمایا، ’’ہاں سچے ہیں۔‘‘ میں نے کہا، ’’حضور! قسم کھا کر بتاؤ۔‘‘ آپ نے فرمایا، ’’مجھے قسم کھانے کی حاجت نہیں۔ میں امین ہوں زمینوں اور آسمانوں میں۔‘‘

(رجسٹر روایاتِ صحابہؓ نمبر 4 صفحہ 120 ماخوذ از خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 169)

حضرت میاں عبد الرشید صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ’’میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ ایک چار پائی پر لیٹے ہیں اور بہت بیمار ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے پاس کھڑے ہیں جیسے کسی بیمار کی خبر گیری کرتے ہیں۔ حضورؐ چار پائی سے آپ کے کندھے کا سہارا دے کر کھڑے ہوئے۔ اُس کے بعد اس حالت میں حضورؐ نے لیکچر دینا شروع کر دیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق بیان تھا اور اس کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضورؐ تندرست ہو گئے ہیں اور آپ کا چہرہ پُر رونق ہو گیا۔ جس سے میں نے یہ تعبیر نکالی کہ اب اسلام حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے ذریعہ سے دوبارہ زندہ ہو گا۔

(رجسٹر روایاتِ صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 28 ماخوذ از خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 797)

رسول اللہؐ کو خوابوں میں کیسے دیکھا جائے

حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ نے ایک بار حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں خط لکھا اور دریافت کیا کہ کس درود شریف پڑھنے سے یا کس آیت قرآنی پڑھنے سے زیارت حضرت نبی کریمؐ کی ہو سکتی ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میرا زمانہ ابتدائی محمد رسول اللہؐ کا ہے۔ زیارت رسولؐ نصیب ہونے کے لئے فرمایا کہ جس وقت درود شریف پڑھو۔ محبت رسول مقبول کی قائم دل میں کرو اور محبت بچوں کی یعنی ہر ایک کی چھوڑ کر رسول کریمؐ کے ساتھ کرو۔

حضرت میاں صاحبؓ نے درود ہزارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ خواب میں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے۔ اور ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اور نبی کریمؐ کے دربار میں حاضر کر دیا۔ وہ لوگ قطاریں باندھے کھڑے تھے اور حضورؐ تخت مبارک پر بیٹھے تھے۔ مگر میاں صاحبؓ کو پچھلی سطر میں جگہ ملی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے باآواز بلند عرض کیا کہ اے سرور کائنات محمد رسول اللہؐ ہم نے سوہنے خان کی بابت اچھا انتظام کر دیا اور حضرت محمدؐ نے فرمایا اور جو کچھ سوہنے خاں کی بابت انتظام کیا ہے ہم نے منظور کیا ہے۔

(رجسٹر روایاتِ صحابہؓ، جلد 12 صفحہ 195-199 ماخوذ از خطبات مسرور جلد 11 صفحہ 19-21)

طاہر احمد۔ فن لینڈ

عشق، عشقِ محمدؐ اور خلفاء مسیح موعودؑ

قسط دوم آخری

لبیچ لبیچ

پچھلی قسط میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آنحضور ﷺ سے عشق کی باتیں چل رہی تھیں وہیں سے یہ سلسلہ دوبارہ جوڑتا ہوں اور آپؓ کا ایک دلگداز واقع آپؓ کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

’’حج کی قدر اور اس کی عظمت حج کے بغیر نہیں معلوم ہوسکتی۔واقعی جو دُعا اور توجہ الی اللہ اس سفر میں دیکھی ہے وہ کبھی نہ دیکھی تھی۔سینکڑوں زبانوں کے بولنے والے لوگوں کو جہاز میں اکٹھا دیکھ کر اور اُن کی لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ کی آواز سُن کر ایسی رقت اور محبت پیدا ہوتی تھی کہ اندازہ سے بڑھ کر رسولِ کریم ﷺ کے کمالات پر تعجب آتا تھا کہ مکہ سے اُٹھ کر اس نور نے دنیا کے کس کس گوشہ کو روشن کر دیا۔آخر وہ کیا قوتِ قدسی تھی جس نے کروڑوں نہیں اربوں کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کا راستہ بتا دیا۔ رابغ پر بیٹھتے ہوئے جب لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ کا نعرہ اُٹھا اور میں نے تُرکوں کو لبیچ لبیچ کہتے سنا تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ یہ لوگ لفظ تو درست بول نہیں سکتے لیکن آنحضرت ﷺ کی دُعاوں، آہ و زاریوں نے اُن کو کھینچ کر راہِ اسلام دکھا دی۔‘‘

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 288)

اسی طرح ایک اور دلسوز واقع پر آپؓ کی درد انگیز تقریر کا ایک حصہ درج کرتا ہوں کہ جس کو پڑھ کر کوئی سخت دل سے سخت دل بھی آپؓ کی رسول خداؐ سے محبت کا انکار نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ اُس بدنصیب کے دل پر مہر لگی ہو۔

ہندوستان میں یہ دلخراش خبر پہنچی کہ محمد بن عبدالوہاب کے معتقدین کی گولہ باری سے رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر کے گنبد میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔مسلم کونسل کے صدر اعلیٰ کی طرف سے تار آیا کہ صحیح خبر یہ ہے کہ حضور ﷺ کے روضہ اطہر پر گولہ باری نہیں کی گئی البتہ اس کے گنبد پر گولیاں لگی ہیں۔

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 4 ستمبر 1925ء کو رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں فرمایا: ’’یہ تو مانا نہیں جا سکتا کہ نجدیوں نے جان بوجھ کر روضہ مبارک، مسجد نبوی اور دیگر مقاماتِ مقدسہ پر گولے مارے ہوں گے، کیونکہ آخر وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اور آپ کی عزت و توقیر کا بھی دم بھرتے ہیں۔لیکن باوجود ان سب باتوں کے جو کچھ ہوا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ... گو انہوں نے دیدہ دانستہ مقامات مقدسہ کو نقصان نہ پہنچایا ہو مگر ان کی بے احتیاطی سے نقصان ضرور پہنچا ہے..... گو میں سمجھتا ہوں کہ قبے بنانا ناجائز ہیں مگر ہر جگہ نہیں بلکہ ضرورت کے وقت جائز ہیں۔اس معاملہ میں ہم نجدیوں کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ قبے بلا ضرورت بنانے ناجائز ہیں اور شرک میں داخل ہیں۔لیکن اس معاملہ میں ہم ان کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے کہ ان کو توڑنا اور گرانا بھی درست ہے... ہماری ان باتوں کو دیکھ کر نجدیوں کے حامی کہیں گے یہ بھی شریف علی کے آدمی ہیں۔لیکن اگر رسول اللہ ﷺ کی توقیر کے متعلق آواز اٹھاتے ہوئے شریف کا آدمی چھوڑ کر شیطان کا آدمی بھی کہہ دیں تو کوئی حرج نہیں۔ہم تو رسول اللہ ﷺ کی خاطر سب سے محبت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ حضرت مسیح موعودؑ سے بھی اگر کوئی محبت رکھتے ہیں تو صرف اس لیے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے غلام تھے۔اور آپ کو جو کچھ حاصل ہوا اس غلامی کی وجہ سے حاصل ہوا۔بے شک ہم قبوں کی یہ حالت دیکھ کر خاموش رہتے لیکن رسول کریم ﷺ کی محبت اور عزت کی خاطر ہم آواز بلند کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں.....ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں جس سے ہم نجدیوں کے ہاتھ روک سکیں۔ ہاں ہمارے پاس سہام اللیل ہیں۔پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ کے مزار مقدس اور مسجد نبوی کے دوسرے مقامات کو اس ہتھیار سے بچائیں۔ہماری جماعت کے لوگ راتوں کو اٹھیں اور اس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے سر کو خاک پر رکھیں جو ہر قسم کی طاقتیں رکھتا ہے، اور عرض کریں کہ ان مقامات کو اپنے فضل کے ساتھ اسلام کی روایات وابستہ ہیں۔پس ہمیں دن کو بھی رات کو بھی، سوتے بھی اور جاگتے بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ اپنی طاقتوں سے اور اپنی صفات کے ذریعہ سے ان کو محفوظ رکھے اور ہر قسم کے نقصان سے بچائے۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 9 صفحہ 246-258)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ...... کیا یہ پڑھ کر بھی کوئی دُشمن خلافت کو دُشمن رسول سمجھ سکتا ہے؟

جنگ عظیم دوم میں جب جرمنی کی فوجیں مصر کی حدود میں داخل ہونے لگیں تو آپؓ نے فرمایا:

’’مصر کے ساتھ ہی وہ مقدس سر زمین شروع ہو جاتی ہے جس کا ذرہ ذرہ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ مقدس مقام ہے جہاں ہمارے آقا کا مبارک وجود لیٹا ہوا ہے، جس کی گلیوں میں محمد ﷺ کے پائے مبارک پڑا کرتے تھے۔جس کے مقبروں میں آپؐ کے والہ وشیدا خدا تعالیٰ کے فضل کے نیچے میٹھی نیند سو رہے ہیں....وہ وادی ہے جس میں وہ گھر ہے جسے ہم خدا کا گھر کہتے ہیں اور جس کی طرف دن میں کم سے کم پانچ بار منہ کرکے ہم نماز پڑھتے ہیں...یہ مقدس مقام صرف چند سو میل کی مسافت سے زیادہ فاصلہ پر نہ اور ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں۔ کھلے دروازوں اسلام کا خزانہ پڑا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دیواریں بھی نہیں اور جوں جوں دُشمن ان مقامات کے قریب پہنچتا ہے مسلمان کا دل لرز جاتا ہے‘‘

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 147)

جماعت سے لیا گیا عظیم عہد

یہاں میں آپؓ کے ایک عظیم عہد کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آپؓ نے جماعت سے لیا اور یہ الفضل 31 دسمبر 1949ء میں چھپا، آپؓ فرماتے ہیں:

’’ہم ایک دفعہ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی عنایت اور اس کی مہربانی سے آؤ ہم سچے دل سے یہ عہد کریں کہ ہم کم سے کم عبداللہ کے بیٹے کو جتنا ایمان دکھائیں گے اور جب تک محمد ﷺ کی عزت کا اقرار دنیا سے نہیں کروالیں گے اس وقت تک ہم اطمینان اور چین سے نہیں بیٹھیں گے۔‘‘

(الفضل 31 دسمبر 1949ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

آپؒ کے بارے میں مکرم بشیر احمد رفیق صاحب مرحوم سابق امام بیت الفضل لندن تحریر کرتے ہیں کہ:

’’1965ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں مسجد فضل لندن کا امام تھا مرکز سلسلہ سے ہزاروں میل دور ہم سب دُعاؤں میں مصروف تھے اور اس بات کا شدت اور بے قراری سے انتظار ہو رہا تھا کہ مسند خلافت ثالثہ پر کون متمکن ہوتے ہیں۔ہمارے انگریز مسلمان احمدی بھائی مسٹر بلال نٹل صاحب مرحوم میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ کون خلیفہ ہوں گے۔ میں حیران ہوا کہ ان کو قبل از وقت کیسے معلوم ہوا کہ کون مسند خلافت پر رونق افروز ہو گا۔مسٹر نٹل نے ایک تصویر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے شدت جذبات سے گلوگیر آواز میں کہا یہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کی تصویر ہے جو انہوں نے لندن مسجد کے باغ میں کھنچوائی تھی اور مجھے مرحمت فرمائی تھی۔میں ان دنوں سے جب سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب آکسفورڈ کے طالب علم تھے ان کو جانتا ہوں ان کے بے حد قریب رہا ہوں اور تقویٰ اللہ، حسن اخلاق اور عشق محمد ﷺ کی جو جھلک میں نے ان میں دیکھی وہ مجھے اس یقین محکم پر قائم کرتی ہے کہ اس منصب جلیلہ کے اس وقت وہی اہل ہیں۔

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 103)

سنتِ نبویؐ کا خیال

آپؒ کو سنتِ نبوی ﷺ کا کس قدر احساس تھا اور ہر چیز میں آنحضرت ﷺ کی پسند کا کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپؒ کو بھی گھوڑے پسند تھے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو پسند تھے۔

(حیات ناصر صفحہ 36)

سنتِ نبوی ﷺ کے خیال کا ذکر کرتے ہوئے محترم چوہدری محمد علی صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

’’طلباء سے تعلق بے حد محبت اور تکریم کا ہوا کرتا۔ داخلے کے وقت انٹرویو فرماتے تو کھڑے ہو کر ہر طالب علم سے ملتے اور کھڑے ہو کر مصافحہ کے بعد اسے رخصت فرماتے۔ اس طرح حضور کو بار بار اٹھنا بیٹھنا پڑتا۔ ایک مرتبہ عاجز نے عرض کیا کہ اگر اس طرح نہ ہو تو کیا حرج ہے۔فرمایا اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ‘‘

(حیاتِ ناصر صفحہ 162)

حضرت محمدؐ کے لئے غیرت کا برملا اظہار

آنحضرت ﷺ کی محبت نے ایک عجیب حالت آپؒ کے اندر پیدا کر دی تھی اور آپ ﷺ کے لئے ایسی غیرت رکھتے تھے جو کہ ہر پُرآشوب دور میں آپ نے دکھائی مثلا 1947ء کے فسادات میں جب بعض ہندوؤں اور سکھوں کے جتھوں کے قادیان کے ایک محلے کا محاصرہ کر لیا تو آپ خود اس واقع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میری ان دنوں ذمہ داری تھی، حفاظت مرکز کا کام حضرت مصلح موعودؓ نے میرے سپرد کیا ہوا تھا۔ اس کام کی انجام دہی کے دوران ایک دن مجھے اطلاع ملی کہ سکھ اور ہندو جتھے آئے ہیں اور انہوں نے مسجد اقصیٰ قادیان کے مغرب میں واقعہ ایک محلہ کو گھیرے میں لے لیا ہے، جس میں

زیادہ تر ایسے گھرانے آباد تھے جو احمدی نہیں تھے اور باوردی مسلح ہندو سکھ پولیس جتھوں کے ساتھ ہے اور ناکہ بندی ایسی کر رکھی ہے کہ ایک شخص بھی باہر نہیں جاسکتا اور گھیرا ڈالنے کے بعد اب اندر داخل ہو رہے ہیں۔ مجھے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ اس لیے نہیں کہ وہ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت سے تو ان کا کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ اس لیے تشویش پیدا ہوئی کہ وہ تمام لوگ ہمارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف خود کو منسوب کرنے والے تھے اور جو شخص خود کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرے اس سے ہزار اختلاف کے باوجود کوئی شخص جو خود کو حضرت مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب کرنے والا ہے ان کو بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ ایک احمدی کے دل میں اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے غیرت کا برملا اظہار ہے‘‘

(حیاتِ ناصر جلد اول صفحہ 262-263)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

مکرم منیر احمد جاوید صاحب حضورؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’حضرت صاحب کی زندگی کا ایک بہت دلکش اور دلگداز پہلو آپ کا عشق محمد ﷺ ہے جو ماں کی گود میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ان نعتیہ اشعار پر مشتمل لوریوں کو سُن کر آپ کے دل میں پروان چڑھا۔

بلغ العلی بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلو علیہ و آلہ

آپ نے بچپن میں پیدا ہونے والی اس محبت کی شمع کو ہمیشہ روشن رکھا۔ اسی نور اور روشنی سے ہمیشہ آپ کی پاکیزہ حیات منور رہی۔ چنانچہ جب بھی آنحضور ﷺ کا مقدس نام آپ کی زبان پر آتا تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں، آواز بھر جاتی اور بمشکل اپنے جذبات پر قابو پا کر حضور اکرم ﷺ کا ذکر مکمل فرمایا کرتے۔ آپ نے بارہا خطبات کے ذریعہ جماعت کو حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجے کی نصیحت فرما کر ان کے دلوں میں بھی یہ لو لگا دی کہ ہر کوئی صبح شام حضور اکرم ﷺ کا نام لیتا ہے‘‘

(ماہنامہ تحریکِ جدید سیدنا طاہر نمبر صفحہ 56)

اسی طرح ہم میں سے اکثر نے حضورؒ کی آواز میں ریکارڈ درود شریف ایم۔ ٹی۔ اے پر سنا ہو گا جو کہ حضورؒ نے انتہائی مدھر اور دلنشیں، دلگداز انداز میں پڑھا ہے۔ اور میرا یقین ہے کہ کوئی شخص جس کو محبت رسول ﷺ کا دعویٰ ہے وہ اس کو سن کر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے بغیر رہ نہیں سکتا بلکہ اگر دشمنِ احمدیت بھی سُن لے تو وہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی آنحضور ﷺ سے وارفتگی اور عشق کو مانے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوبصورت آواز کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات و احساسات کو نظم و تحریر میں ڈھالنے کا فن بھی خوب عطا کیا تھا جس میں جا بجا اپنے خدا اور اس کے محبوب کا بے ساختہ و بے انتہا ذکر نظر آتا ہے، آپ کی یہ نعت کتنی چاشنی اور حلاوت لئے ہوئے ہے اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں

اِک میں بھی تو ہوں یا رب، صیدِ تہِ دام اُس کا
دل گاتا ہے گُن اس کے، لب جپتے ہیں نام اُس کا
آنکھوں کو بھی دکھلا دے، آنا لبِ بام اُس کا
کانوں میں بھی رس گھولے، ہر گام خرام اس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی۔ اک جلوہ عام اُس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر، الہام کلام اس کا

(کلامِ طاہر صفحہ 3)

میرے والے مصطفیٰؐ

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے جب حضورِ انور کی خدمت میں ان کے بعض اشعار میں تصحیح کی درخواست کی تو حضور نے بہت ہی خاکسارانہ اور خوشدلانہ انداز میں ان کی دلجوئی کی مگر یہاں پر ایک واقعہ ایسا بھی انہوں نے درج کیا ہے جس کو میں تحریر کئے بغیر نہیں رہ سکتا:

’’ آپ نے ’’میرے والے مصطفیٰ‘‘ میں لفظ والے کو سُقم سمجھتے ہوئے ’’تو ہی تو مصطفیٰ ہے مرا‘‘ تجویز کیا ہے۔ یہ دو وجوہات سے مجھے قبول نہیں۔ ایک یہ کہ اس نظم کی شانِ نزول تو ایک رؤیا میں ہے جس میں ایک شخص کو دیکھا جو بڑی پُر درد آواز میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی کلام پڑھ رہا ہے۔ ان شعروں کا عمومی مضمون تو مجھے یاد رہا مگر الفاظ یاد نہیں رہے البتہ ایک مصرع جو غیر معمولی طور پر دل پر اثر کرنے والا تھا وہ ان الفاظ پر مشتمل تھا:

’’اے میرے والے مصطفیٰ‘‘

پھر فرماتے ہیں:

’’خواب میں اس کا جو مفہوم سمجھ میں آیا وہ یہ تھا کہ لفظ ’’والے‘‘ نے بجائے اس کے کہ سُقم پیدا کیا ہو اس میں غیر معمولی اپنائیت بھر دی اور قرآن کریم کی بعض آیات کی بھی تشریح کر دی جن کی طرف پہلے میری توجہ نہیں تھی۔ عموماً یہ تاثر ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی مصطفیٰ ہیں حالانکہ قرآن کریم میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیم (اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اسمٰعیلؑ)، حضرت موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ حتیٰ کہ بنی آدم کے لیے بھی لفظ اصطفیٰ استعمال ہوا ہے۔ تو مصطفیٰ ایک نہیں، کئی ہیں۔ پس اگر یہ کہنا ہو کہ باقی بھی مصطفیٰ ہونگے مگر میرے والا مصطفیٰ یہ ہے تو اس کا اظہار ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ میں ممکن نہیں۔ یہ بات ایسی ہی ہو گی جیسے کوئی بچہ ضد کرے کہ مجھے میرے والی چیز دو۔ میرے والی کہنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مجھے محض یہ چیز نہیں چاہیے بلکہ وہی چیز چاہیے جو میری تھی۔ اس طرزِ بیان میں اظہارِ عشق بھی محض ’’میرے مصطفیٰ‘‘ کہنے کے مقابل پر بہت زیادہ زور مارتا ہے۔ پس رؤیا میں ہی میں یہ نہیں سمجھ رہا کہ اس میں کوئی نقص ہے بلکہ اس ظاہری نقص میں مجھے فصاحت و بلاغت کی جولانی دکھائی دی اور مضمون میں مقابلۃً بہت زیادہ گہرائی نظر آنے لگی‘‘

حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ

مشہور ہے کہ جب محبت ہوتی ہے تو اس سے وابستہ ہر چیز پیاری لگتی ہے۔ اسی مضمون کو حضور نے ’’حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ‘‘ کے موضوع کے تحت نہایت پُر درد انداز میں عربوں کے لئے احبابِ جماعت کو دعا کرنے کی تحریک فرمائی۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

’’عربوں کے متعلق بھی خاص طور پر دعا جاری رکھیں۔ بہت ہی پیار اور محبت ہونی چاہیے عرب قوم کے لیے کیونکہ آنحضرت ﷺ اس قوم سے تشریف لائے۔ اگر سچا عشق ہو حضور ﷺ سے تو آپ ﷺ کی قوم سے محبت تو ایک طبعی بات ہے فطرتی عمل ہے۔ کہتے ہیں لیلیٰ کے کتے سے بھی مجنوں کو پیار تھا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہم قوموں سے ہمیں پیار نہ ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے عربوں کے لیے بالخصوص بہت درد سے دعائیں کرتے رہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حالات بدل دے اور ان کی طرف سے ہم خوشیوں کی خبریں پائیں۔ (آمین)‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جنوری 1984ء)

حضور کی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کا مزید اندازہ کرنا ہو تو اُن کی اُس تحریک کو دیکھیں جس کی برکات سے ہم آج بھرپور انداز میں مستفیض ہو رہے ہیں۔ آپ خطبہ جمعہ مورخہ 3/ اپریل 1987ء میں تحریک وقفِ نو کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ’’پس میں نے یہ سوچا کہ ساری جماعت کو میں اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دعوت الی اللہ کے ذریعے وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں‘‘ ...... آگے مزید فرماتے ہیں’’اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے خدا کے غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو‘‘۔ پھر مزید فرماتے ہیں’’ آئندہ سو سالوں میں جس کثرت سے اسلام نے ہر جگہ پھیلنا ہے وہاں لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور خدا کے غلام ہوں‘‘

(خطبہ جمعہ 3 اپریل 1987ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

ہمارے موجودہ پیارے امام کا بھی اپنے ہادی کامل ﷺ سے محبت کا وہی حال ہے جو آپ سے پہلے خلفاء کا تھا۔ نہ صرف یہ کہ آپ اس موجودہ دور میں اپنے طرز عمل سے جو کہ عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہے معاندینِ اسلام کو اسلام کا اصل چہرہ دکھا رہے ہیں بلکہ اُن کے ہر ہر قول اور تحریک میں یہ پیار نظر آتا ہے۔ کبھی آپ ہمیں درود شریف کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کبھی پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کی ناپاک جسارت کے جواب میں غیرت کا عظیم درس دیتے نظر آتے ہیں۔ کاش کہ مسلمان جن کی فلاح کے لئے یہ دعائیں کرتا نہیں تھکتا اس کی قدر کریں اور اُن کے ساتھ مل کر اُسی طرح حضرت محمد ﷺ کی محبت کے نغمات گائیں۔ آمین

ایسی محبت کا اظہار کریں جو بے مثال ہو

حضور انور خطبہ جمعہ 2 جنوری 2009ء میں فرماتے ہیں کہ ’’درود شریف میں جب ہم آلِ رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں تو ان روحانی اور جسمانی رشتوں کا بھی خیال آتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آنحضرتؐ کے جسم مبارک کو نقصان سے بچانے کے لئے اپنے سینے آگے کر دیئے۔ غار والا واقعہ قرآن کریم میں درج کر کے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت ﷺ کا بہترین ساتھی قرار دے دیا۔ پس محبوب سے حقیقی محبت یہ ہے کہ اس کے پیاروں سے بھی محبت ہو۔ آنحضرت ﷺ کی آل اور اصحاب اور تمام ان لوگوں سے جن سے ہمارے محبوب آقا نے محبت کی۔ ایسی محبت کا اظہار کریں جو بے مثال ہو‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2009ء)

بقیہ صفحہ 16 پر

محمد انور شہزاد

قریش کی وجہ تسمیہ اور تعارف

قسط 2۔ آخری

ہماری جماعت کے لئے سبق

میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت جو اس امر کی مدعی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تعلیم پر ایمان رکھتی اور اس کے نور کی حال ہے اس کے افراد کو بھی اِس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد اور آپ کے خاص اتباع کی اولاد کو میں ان کے اِس فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔میں دیکھتا ہوں کہ دین کے لئے قربانی اور ایثار کا وہ مادّہ ابھی تک ان میں پیدا نہیں ہوا جو احمدیت میں داخل ہونے اور حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کے بعد ان میں پایا جانا چاہئے تھا۔ان کا قدم نہایت سست ہے اور ان کے اندر قربانی اور ایثار کا مادّہ ابھی بہت کم ہے یقیناً اِس معیار کے ساتھ ہم کبھی بھی دنیا پر غالب نہیں آسکتے جب تک ہم میں سے ہر شخص یہ نہیں سمجھ لیتا کہ وہ غرض جس کے لئے وہ اِس سلسلہ میں شامل ہوا ہے اور وہ مقصد جس کے لئے اس نے بیعت کی ہے وہ دوسری تمام اغراض اور دوسرے تمام مقاصد پر مقدّم ہے اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنے ایمان کا کوئی اچھا نمونہ دکھایا ہے۔بلکہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کے لئے تو ایسے کام کرنا جن سے دین کی خدمت میں روک پیدا ہو قطعی طور پر ناجائز ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ ویسا ہی دنیا دار شخص ہے جیسے کوئی اور لیکن دوسروں کو بھی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے اندر یہ مادہ ہونا چاہئے کہ جب دین کی طرف سے انہیں آواز آئے وہ اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر فوراً چلے آئیں اور اپنے آپ کو دینی خدمات میں مشغول کر دیں۔اب اگر وہ دنیا کا کام کرتے ہیں تو اِس لئے کہ ابھی دین کو ان کی ضرورت پیش نہیں آئی۔لیکن اگر ضرورت پیش آجائے تو پھر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ بیعت کے وقت انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدّم رکھیں گے۔اِس دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے کے عہد کے آخر کوئی معنے تو ہونے چاہیئں۔اِس کے تم کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ معنے کر لو آخر کسی نہ کسی چیز کو تمہیں بہر حال اپنے کاموں پر مقدّم رکھنا پڑے گا۔اگر اس عہد میں تم مال شامل کرو تو تمہیں مال پر دین کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔اگر جان شامل کرو تو تمہیں جان پر دین کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔اگر خدمت شامل کرو تو تمہیں ہر قسم کی خدمت پر پر دین کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔بہر حال کوئی نہ کوئی مفہوم تمہیں اِس اقرار کا تسلیم کرنا پڑے گا اور جب یہ اقرار ہر احمدی نے کیا ہے تو ہماری جماعت کے افراد کو سوچنا چاہئے کہ اس اقرار کے بعد وہ کیا کر رہے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا ایسے احمدی موجود ہیں جو سو میں سے 50روپے دین کے لئے خرچ کرتے ہوں۔مقدّم کے معنے تو یہ ہوتے ہیں کہ میں اور کاموں پر اس کام کو ترجیح دیتا ہوں۔اگر انہیں سو روپیہ اپنے اخراجات کے لئے ملتا ہے اور وہ دیانتداری کے ساتھ اپنے تمام کاموں پر دین کو مقدّم سمجھتے ہیں تو اس کا ثبوت اِسی طرح مل سکتا ہے کہ وہ سو میں سے 51 روپے دین کے لئے خرچ کرتے ہوں۔مگر کیا وہ ایسا کرتے ہیں؟ کیا وہ دن رات کے 24 گھنٹوں میں سے تیرہ گھنٹے دین کے کاموں پر صرف کرتے ہیں؟ یا قربانی اور ایثار کے لحاظ سے وہ اپنے بیوی بچوں اور دوسری چیزوں پر دین کو مقدّم کرتے ہیں؟ یا وطن کے لحاظ سے وہ دین کو دنیا پر مقدّم سمجھتے ہیں؟ یا جان کے لحاظ سے وہ دین کو دنیا پر مقدّم سمجھتے ہیں؟ آخر کوئی ایک چیز تو ہونی چاہئے جس کے لحاظ سے وہ کہہ سکتے ہوں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدّم کر رہے ہیں۔اگر ہر احمدی اِس نقطہ نگاہ سے غور کرے اور اسے اپنے اندر ایک بات بھی ایسی نظر نہ آئے جس میں وہ دین کو دنیا پر مقدّم کر رہا ہو تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ محض منافقت کی بات ہے کہ وہ دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدّم کرتا ہوں مگر عمل یہ ہے کہ وہ کسی ایک چیز کے لحاظ سے بھی دین کو دنیا پر مقدّم نہیں کرتا۔آخر کوئی ایک چیز تو ہونی چاہئے جس کے متعلق وہ کہہ سکے کہ میں فلاں چیز کے لحاظ سے دین کو دنیا پر مقدّم کر رہا ہوں۔اور اس عہد کا کوئی نہ کوئی مفہوم تو ہونا چاہئے۔اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عہد ہم سے صرف اتنا تقاضا نہیں کرتا کہ ہم کسی ایک پہلو میں دین کو دنیا پر مقدّم کریں بلکہ ہر بات میں اور اپنے ہر کام میں ہمارا فرض ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدّم کریں۔مگر سوال تو یہ ہے کہ جو شخص اپنے ہر کام میں دین کو دنیا پر مقدّم نہیں کرسکتا اسے کم از کم یہ تو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ کسی ایک کام میں ہی دین کو دنیا پر مقدّم رکھے تا کہ وہ کہہ سکے کہ میں اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔یہ کوشش خواہ وہ مال کے لحاظ سے کرے، خواہ تجارت کے لحاظ کرے، خواہ پیشہ کے لحاظ سے کرے،خواہ وطن کی محبت کے لحاظ سے کرے، خواہ ملازمت کے لحاظ سے کرے، خواہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے تعلقات کے لحاظ سے کرے، خواہ عبادت کے لحاظ سے کرے، خواہ قربانی اور ایثار کے لحاظ سے کرے، بہر حال کوئی ایک چیز تو ایسی ہونی چاہئے جسے وہ دنیا کے سامنے پیش کرسکتا ہو اور کہہ سکتا ہو کہ جن کاموں کا مجھے موقع ملا ہے ان میں میں نے دین کو دنیا پر مقدّم کرلیا ہے اور جو باقی کام ہیں ان میں بھی میں پوری طرح تیار ہوں کہ اس عہد کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کروں۔لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دعویٰ ایمان محض ایک منافقانہ فعل ہے جو اس کے کسی کام نہیں آ سکتا۔تم قریش کے اس واقعہ پر غور کرو اور دیکھو کہ باوجود اس کے کہ یہ لوگ سچّے دین کے حامل نہیں تھے، باوجود اِس کے کہ یہ لوگ بت پرست تھے، باوجود اس کے کہ یہ لوگ بے دین تھے انہوں نے کتنی عظیم الشان قربانی کی۔یہ لوگ اپنی قوم پر بوجھ نہیں بنے انہوں نے کہا ہم خدا کے لئے آئے تھے ہماری قوم کا کیا حق ہے کہ وہ ہماری خدمت کرے۔وہ خیمہ اٹھا کر مکہ سے باہر چلے جاتے۔باپ کے سامنے اس کا بیٹا مرتا، ماں کے سامنے اس کی بیٹی مرتی، بیوی کے سامنے اس کا خاوند مرتا، بچوں کے سامنے ان کا باپ مرتا، دوست کے سامنے دوست اور رشتہ دار کے سامنے رشتہ دار مرتا مگر کیا مجال کہ ان کی زبان پر کوئی شکایت آتی۔کیا مجال کہ وہ اس جگہ کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتے۔اتنی بڑی مصیبت دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے اس جگہ کو نہیں چھوڑا۔وہ کسی معجزہ کو دیکھ کر وہاں نہیں آئے تھے، وہ کسی نشان کو دیکھ کر وہاں نہیں آئے تھے، وہ کسی تازہ تعلیم پر ایمان لا کر وہاں نہیں آئے تھے، دو ہزار سال پہلے ان کے دادا ابراہیمؑ نے ایک بات کہی تھی اور وہ

اپنے دادا کے وعدہ کے مطابق اس سرزمین میں آبسے۔ان پر فاقے آئے مگر انہوں نے اس جگہ کو نہ چھوڑا ان میں فاقہ سے موتیں ہوئیں مگر انہوں نے اس جگہ کو نہ چھوڑا۔انہوں نے سالہا سال غربت اور تنگی اور افلاس میں اپنی زندگی کے دن بسر کئے۔ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا ان کے پاس گزارہ کا کوئی سامان نہیں تھا مگر انہوں نے کہا ہم اس مقام کو اب نہیں چھوڑ سکتے۔ہم مٹ جائیں گے ہم ایک ایک کر کے فنا ہو جائیں گے مگر ہم مکہ کو چھوڑ کر کہیں باہر نہیں جائیں گے۔یہ اتنی عظیم الشان قربانی ہے کہ یقیناً اِس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

قریش کی اقتصادی حالت میں بہتری

بہر حال اسی طرح مکہ میں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ ہاشم بن عبد مناف جو رسول کریمؐ کے پڑدادا تھے ان کا وقت آ گیا۔جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو سمجھا کہ اس طرح تو قوم فنا ہو جائے گی۔انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور ان میں تقریر کی کہ جو طریق تم نے ایجاد کیا ہے یہ اپنی ذات میں تہور کے لحاظ سے تو بڑا اچھا ہے مگر اس طرح وہ کام پورا نہیں ہو گا جس کے لئے تم لوگ مکہ میں آئے ہو۔اگر یہی طریق جاری رہا اور تم میں سے اکثر مر گئے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مکہ خالی ہو جائے گا بے شک جوش وخروش اور عزم کی پختگی کے لحاظ سے یہ کام ایسا شاندار ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے مگر عقل کے لحاظ سے یہ اچھا نہیں کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہئے کہ ہم سب لوگ مکہ میں بھی رہیں اور اس قسم کی موت بھی ہم میں واقعہ نہ ہو۔غالباً ان کے ذہن میں خیال بھی آیا ہو گا کہ اگر اس طریق کو جاری رہنے دیا گیا تو دوسری قوموں پر اس کا برا اثر پڑے گا اور وہ کہیں گی یہ لوگ خدا کے لئے مکہ میں بیٹھے ہوئے تھے مگر بھوکے مر گئے۔پس اس طرح خدا کا احترام کم ہو جائے گا اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ہمیں اپنے آپ کو اِس طرح رکھنا چاہئے کہ ہمارا اعزاز دنیا میں قائم ہو اور دوسرے عرب قبائل سے ہماری حالت اچھی ہو۔مکہ والوں نے ہاشم کی بات سن کر کہا آپ جو تدبیر بتائیں ہم اسے ماننے کے لئے تیار ہیں۔آپ نے فرمایا میری تجویز تو یہ ہیں کہ ہم لوگ رہیں تو مکہ میں ہی مگر اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے تجارت شروع کر دیں۔یوں بھی اپنی ذاتی اغراض کے لئے ہم بعض دفعہ سفر کر لیتے ہیں اگر آئندہ ہم بعض سفر محض تجارت کی خاطر کریں تو اس سے ہماری گری ہوئی حالت بہت کچھ سدھر جائے گی اور ہماری پریشانی دور ہو جائے گی۔زراعت کی تجویز آپ نے اِس لئے نہ کی کہ مکہ میں زراعت کی کوئی صورت نہیں تھی دکانداری کی

تجویز آپ نے اِس لئے نہ کی کہ دکاندار کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ رات دن دکان پر بیٹھا رہے۔ آپ نے سمجھا کہ اگر لوگوں نے دکانداری شروع کر دی تو خدمت کعبہ کا وہ موقع جو اب انہیں مل رہا ہے اس سے وہ محروم ہو جائیں گے چنانچہ آپ نے یہ تجویز کی کہ قوم کا روپیہ لے کر ہر سال دو سفر کئے جائیں۔ ایک سفر سردی کے موسم میں کیا جائے جو یمن کی طرف ہو اور ایک سفر گرمی کے موسم میں کیا جائے جو شام کی طرف ہو۔ شام بوجہ سرد مقام ہونے کے گرمی کے سفر کے لئے موزوں تھا اور یمن بوجہ گرم مقام ہونے کے سردی کے سفر کے لئے موزوں تھا۔ آپ نے تجویز کیا کہ ہر سال اہل مکہ کے نمائندہ قافلے یہ دو سفر محض تجارت کی غرض سے کیا کریں اور تجارت بھی قوم کے لئے کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاشم بن عبد مناف نے دنیا میں یا کم سے کم عرب میں سب سے پہلے کمپنی سسٹم جاری کیا ہے۔ یوں تو تاجر دنیا میں ہمیشہ تجارت کیا ہی کرتے ہیں۔ زید تجارت کی غرض سے باہر جاتا اور سودا لے کر آ جاتا ہے تو پھر اسے زیادہ مہنگے داموں پر وہ فروخت کر دیتا ہے۔ مگر یہ کہ سفر کسی فرد کا نہ ہو بلکہ قومی طور پر تمام قبیلہ کا مشترکہ سرمایہ لے کر سفر کیا جائے اِس کی ابتداء کم سے کم عرب میں ہاشم بن عبد مناف سے ہی ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا بہت اچھا ہمیں منظور ہے چنانچہ قافلے جانے لگے۔ جب بھی کوئی قافلہ جاتا تو ہر شخص دس بیس پچاس یا سو روپیہ جتنا دینا چاہتا قافلہ والوں کے سپرد کر دیتا۔ پھر ان میں سے ایک کو رئیس بنا دیا جاتا۔ اور باقی لوگ اہل مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر اس سفر پر روانہ ہو جاتے۔ امراء جن کی حالت کچھ اچھی تھی وہ بعض دفعہ تجارت کی غرض سے اپنے غلام بھی اِن سفروں میں بھیج دیا کرتے تھے ان کا طریق تجارت یہ تھا کہ وہ مکہ سے روانہ ہوتے وقت ایسی چیزیں اپنے ساتھ لے لیتے تھے جو ان کی نظروں میں متبرک ہوتی تھیں اور جہاں جہاں عرب قبائل میں سے گزرتے وہاں مکہ کے تبرکات انہیں دیتے جاتے۔ مثلاً آب زمزم کے کچھ مشکیزے بھر کر اپنے ساتھ رکھ لیتے چونکہ عرب قبائل کو خانہ کعبہ سے بہت عقیدت تھی اِس لئے جب انہیں گھر بیٹھے آب زمزم میسر آ جاتا یا اسی طرح کی بعض اور چیزیں مل جاتیں تو وہ بہت خوش ہوتے اور قریش کو نہایت ادب اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ اِسی طرح اور بھی کئی چیزیں وہ اپنے ساتھ رکھ لیتے تھے۔ مثلاً مکہ میں لوہارے کا کام اچھا ہوتا ہے وہ لوہے کی تیار شدہ چیزیں لے لیتے۔ اِسی طرح کھجوریں اپنے ساتھ رکھ لیتے اور یہ سب چیزیں رستہ میں فروخت کرتے جاتے۔ پھر جہاں عرب قبائل میں ٹھہرتے اور دیکھتے کہ وہاں کوئی چیز ایسی ہے جو شام میں اچھے داموں پر فروخت کی جا سکتی ہے تو وہ ان قبائل سے ایسی چیزیں خود خرید لیتے اور شام میں جا کر فروخت کر دیتے پھر جب شام سے آتے تو وہاں سے دو قسم کا مال خرید لیتے کچھ تو مکہ والوں کے لئے اور کچھ راستہ میں آنے والے عرب قبائل میں فروخت کرنے کے لئے۔ اِس طرح ان کو نفع بھی حاصل ہوتا اور شام اور دوسرے عرب علاقوں کا مال بھی مکہ میں آ جاتا۔ اِسی طرح سردیوں میں یمن کا سفر کیا کرتے تھے۔ مکہ اور یمن کے درمیان بھی بڑا لمبا فاصلہ تھا اور اس راستہ پر بھی مختلف عرب قبائل آباد تھے اس سفر میں بھی وہ تمام لوگوں کو مکہ کے تحائف دیتے اور ان سے عمدہ عمدہ چیزیں خریدتے ہوئے یمن پہنچ جاتے اور یمن میں تمام مال فروخت کر کے وہاں کی مصنوعات اور غلہ وغیرہ کچھ مکہ والوں کے لئے اور کچھ رستہ کے عرب قبائل میں فروخت کرنے کے لئے لے آتے نتیجہ یہ ہوا کہ چند سال میں ہی مکہ کی دولت سارے عرب سے زیادہ ہو گئی۔ ان کا یہ بھی طریق تھا کہ جب قافلہ واپس آتا تو ہر آدمی جس کا اِس تجارت میں حصہ ہوتا تھا وہ اپنا آدھا حصہ غربا کے لئے نکال دیتا تھا مثلاً ایک شخص کو دو سو روپیہ نفع حاصل ہوا تو سو روپیہ وہ خود رکھ لیتا تھا اور سو روپیہ قومی فنڈ میں دے دیتا تھا۔ اِس طرح غربا کے گزارہ کے لئے ایک کافی رقم نکل آتی تھی۔ فرض کرو ایک دفعہ قافلہ گیا اور اسے ایک لاکھ روپیہ نفع حاصل ہوا تو پچاس ہزار روپیہ اسی وقت غربا میں تقسیم کرنے کے لئے علیحدہ کر لیا جاتا تھا۔ اِس طرح ایک قلیل مدت میں غربا کی حالت بھی بہت بہتر ہو گئی۔ چنانچہ ایک عرب شاعر مکہ والوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مکہ کے لوگ ایسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے مالک ہیں کہ وہ اپنا آدھا مال غربا میں بانٹ دیتے ہیں اور اس طرح ان کے غریب بھی امیر کے برابر ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ایک مبالغہ ہے کیونکہ سارے مکہ میں زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس مالدار ہونگے اور سارے شہر کی آبادی پندرہ بیس ہزار ہو گی وہ اپنا نصف نصف مال تقسیم بھی کریں تو بہت تھوڑا روپیہ لوگوں کو مل سکتا تھا۔ لیکن بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِن سفروں کے نتیجہ میں ان کی حالت اچھی ہو گئی اور وہ موت جو محض فاقوں کی وجہ سے ان پر آ رہی تھی اس سے انہوں نے نجات حاصل کر لی اِس کے بعد قریش اِس طریق پر برابر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام آ گیا اور مکہ والے باقی سارے عرب سے زیادہ امیر ہو گئے اور دوسروں سے زیادہ معزز بھی ہو گئے۔

اِن مذکورہ بالا واقعات سے دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بنو اسمٰعیل وعدۂ ابراہیمی کی پابندی کرتے ہوئے مکہ میں بیٹھ نہیں رہے بلکہ شروع میں ہی وہ مکہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر پھیل گئے تھے۔ قصی بن کلاب نے تحریک کر کے دوبارہ انہیں مکہ میں بسایا۔ پس جو لوگ ان کے کہنے پر مکہ میں آ بسے ان کو قریش کہا جانے لگا۔ یعنی وہ لوگ جو پہلے بکھرے ہوئے تھے مگر پھر قصی کی تحریک پر دوبارہ مکہ میں جمع ہوئے۔

دوسری بات اِن واقعات سے یہ نکلتی ہے کہ مکہ میں بسنے کی وجہ سے یہ لوگ غریب ہو گئے تھے۔ ہاشم جو رسول کریمؐ کے پڑدادا تھے انہوں نے تحریک کی کہ یہ لوگ شام اور یمن کا سفر کیا کریں تا کہ ان کی حالت اچھی ہو۔

مکہ میں دوبارہ آباد ہونے کا وقت

اگر تیس سال ایک نسل کا فرق سمجھا جائے تو یہ تحریک رسول کریمؐ کی پیدائش سے کوئی سوا دو سو سال پہلے ہوئی ہے۔ یوں تو انسانوں کی عمر ساٹھ ستر سال بلکہ اسی سال بھی ہوتی ہے مگر قومی عمریں ہمیشہ تھوڑی ہوتی ہیں۔ ہندوستان کی عمر پہلے 22 سال تھی اب کہتے ہیں کہ 28 سال کے قریب ہے۔ یورپ کے لوگ جن کا آدمی بعض دفعہ 85 سال کی عمر میں بھی فوت ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ابھی تو وہ جوان تھا اور اس کے کام کرنے کا وقت تھا ان میں بھی بڑی سے بڑی عمر 56 سال سمجھی جاتی ہے۔ عام طور پر چالیس سال عمر اوسط سمجھی جاتی ہے۔ ہندوستان میں چونکہ غربت زیادہ ہے اِس لئے یہاں کی عمر پہلے 22 سال تھی اب 28 سال کے قریب قریب سمجھی جاتی ہے۔ اگر ہم عربوں کی ایک نسل کی عمر 30 سال فرض کر لیں تو یہ تحریک رسول کریمؐ کی پیدائش سے کوئی سوا دو سو سال پہلے شروع ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور رسول کریمؐ کے زمانہ کے درمیان کوئی 23,22 سو سال کا فرق تھا۔ میں نے بتایا تھا کہ یہ اندازہ 22 سو سے 28 سو سال تک سمجھا جاتا ہے اگر ہم چھوٹے سے چھوٹا اندازہ رکھ لیں

جو 22 سو سال کا ہے اور اس میں سے یہ سوا دو سو سال نکال دیں تو باقی دو ہزار سال رہ گئے۔ یہ دو ہزار سال کا زمانہ ایسا تھا جس میں قوم اپنا فرض بھولی رہی دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ جوں جوں اوپر کی نسل کی طرف جائیں ماں باپ کی یاد اولاد کے دلوں میں زیادہ قائم ہوتی ہے اور جوں جوں نیچے کی طرف آئیں یہ یاد کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اِس قاعدہ کے مطابق حضرت اسمٰعیلؑ کے زمانہ کا قرب جس نسل کو حاصل تھا اسے قدرتاً وہ وعدے زیادہ یاد ہونے چاہئے تھے جو حضرت ابراہیمؑ سے ہوئے۔ کیونکہ دنیا میں طریق یہی ہے کہ باپ کو بیٹا زیادہ یاد رکھتا ہے پوتا اس کی یاد کو کم کر دیتا ہے اور پڑپوتا اس کی یاد کو اور بھی کم کر دیتا ہے یہاں تک کہ چار پانچ پشت میں تو اولاد اپنے دادا پڑدادا کو بالکل ہی بھول جاتی ہے۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر جائے تو انہیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ چنانچہ تمام بڑی بڑی قوموں کو دیکھ لو سب میں یہی کیفیت نظر آئے گی مثلاً رسول کریمؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی اولاد نے جو ابتداء میں قربانیاں کیں وہ کتنی حیرت انگیز ہیں مگر اب سادات کو دیکھ لو ان کی کیا حالت ہے۔ ان میں سے اکثر ایسے ملیں گے جو اسلام سے کوسوں دور ہیں حالانکہ وہ رسول کریمؐ کی بیٹی کی اولاد ہیں۔ پھر ہماری اپنی قوم کو دیکھ لو۔ چینی ترکستان سے باتو خان جو مغلوں کا ایک پڑدادا تھا اٹھا اور طوفان کی طرح تمام یورپ پر پھیلتا چلا گیا۔ دوسری طرف جتلائی خان مشرق میں چینی سمندر کے کناروں تک پر قابض ہو گیا۔ اگر ایک طرف جاپان کے کناروں تک ہماری قوم پہنچی تو دوسری طرف یورپ کو بھی اس نے روند ڈالا۔ مگر اب کئی مغل ایسے نظر آئیں گے جو دشمن کا مقابلہ تو الگ رہا خطرہ سامنے دیکھ کر چیخ مار کر بھاگ جائیں گے اور اپنے باپ دادوں کے کارنامے انہوں نے یکسر بھلا دئے ہیں۔ اِسی طرح پٹھان آئے تو وہ کس طرح سارے ہندوستان میں پھیل گئے مگر اب سمٹ سمٹا کر وہ پٹھان ایک چھوٹے سے علاقہ میں رہ گئے ہیں۔ اگر قربانی اور ایثار کا اِن میں وہی مادہ رہتا جو اِن کے باپ دادا میں تھا تو یہ انقلاب کیوں پیدا ہوتا اور کیوں وہ حاکم ہونے کے بعد محکوموں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے۔ غرض طبعی طریق کو اگر مدنظر رکھا جائے تو شروع زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا اثر ان کی قوم پر زیادہ ہونا چاہئے تھا اور دو ہزار سال کے بعد تو ایسی جاہل اور ان پڑھ قوم میں سے ان کا ذکر بالکل مٹ جانا چاہئے تھا مگر ہوا یہ کہ عین دو ہزار سال کے بعد پھر ان میں ایک تحریک پیدا ہوئی اور وہ اپنے دادا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مکہ میں آ بسے۔ وہ بھوکے بھی رہے، وہ ننگے بھی رہے، وہ تکلیفیں بھی برداشت کرتے رہے مگر انہوں نے مکہ کو نہ چھوڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ

کیا اتفاق تھا جس نے دو ہزار سال کے بعد قوم میں خانہ کعبہ کے گرد بسنے کا پھر احساس پیدا کر دیا۔ علم النفس کے ماتحت اگر ہم غور کریں تو دو ہزار سال کے بعد یہ ذکر قوم میں سے بالکل مٹ جانا چاہئے تھا مگر ہوا یہ کہ دو ہزار سال کے بعد یکدم ان میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے کہا کہ ہم کو پھر مکہ میں جمع ہو جانا چاہئے اور اولاد اسمٰعیلؑ میں سے ایک قبیلہ باوجود ہر قسم کے مخالفانہ حالات کے مکہ میں بیٹھ جاتا ہے اور خانہ کعبہ کی خدمت اور مکہ کی حفاظت کا کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور پھر یہ لوگ اِس کام کو اتنی محبت اور اتنے پیار سے سرانجام دیتے ہیں کہ وہ بھوکے مرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچے تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہیں۔ ان کی بیویاں اور ان کی بیٹیاں مرتی ہیں مگر وہ مکہ کو چھوڑنے کا نام نہیں لیتے۔ اتنا شدید احساس دو ہزار سال گزرنے کے بعد اِن لوگوں میں کیوں پیدا ہوا اور پھر اسی قبیلہ کے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا۔ جس میں سے محمد رسول اللہؐ نے پیدا ہونا تھا ایک معمولی غور سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہ قدرت کی ایک انگلی تھی جس نے قوم کو اشارہ کیا کہ جس بات کے لئے تمہارے باپ دادا نے اس مکہ کو آباد کیا تھا اس کا وقت اب بالکل قریب آرہا ہے جاؤ اور مکہ میں رہو۔ ورنہ یہ اتفاق کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ ہزار سال اِدھر اُدھر پھر نے کے بعد ایک بڑی قوم کا صرف وہی ٹکڑہ مکہ میں جمع ہوتا جس میں سے آنے والے موعود نے پیدا ہونا تھا۔ دشمن کہہ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہؐ نے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آخر یہ کیا بات ہے کہ اس جھوٹے کی آمد سے پہلے تمام قوم چاروں طرف سے اکٹھی ہو کر مکہ میں آجاتی ہے اور اس لئے آتی ہے کہ ہمارے دادا ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ تم اس مقام پر رہو اور اِسے آباد رکھو کہ یہ عالمگیر مذہب کا مرکز بننے والا ہے۔ یہ عظیم الشان تغیر جو یکدم بنو اسمٰعیل میں پیدا ہوا اور جس نے ان میں تہلکہ ڈال دیا بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وعدہ کے مطابق ہوا جو حضرت ابراہیمؑ سے کیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡہِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ۔ اے میرے رب! اِن مکہ والوں میں ایک رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو وہ انہیں تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنائے، تیری کتاب کا علم ان کو دے حکمت کی باتیں ان کو سکھائے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے اِس دعائے ابراہیمی سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ رسول مکہ میں آئے گا اور مکہ کے رہنے والوں سے سب سے پہلے کلام کرے گا اگر مکہ آباد نہ ہوتا تو وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا کی دعا کس طرح پوری ہوتی اور وہ کون سے لوگ تھے جن میں یہ رسول مبعوث ہوتا۔ اسی طرح ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ وہ انہیں کتاب اور حکمت سکھائے۔ اگر مکہ آباد نہ ہوتا تو وہ کون لوگ تھے جن کو کتاب اور حکمت سکھائی جاتی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ وہ رسول ان کو پاک کرے۔ اگر وہاں کوئی آدمی ہی نہ ہوتا تو اس رسول نے پاک کن کو کرنا تھا وہ تو خس کم جہاں پاک کا پہلے ہی مصداق بن چکے تھے۔ اگر مکہ آباد نہ ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ نے جو یہ چار دعائیں کی تھیں اِن میں سے ایک بھی پوری نہ ہوسکتی۔ پس یہ اتفاق نہیں تھا بلکہ جو کچھ ہوا الٰہی سکیم اور اس کے منشاء کے مطابق ہوا۔ دشمن کہہ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہؐ نے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا دعویٰ کر دیا مگر اس امر کو کون اتفاق کہہ سکتا ہے کہ دو ہزار سال تک ایک قوم اِدھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے۔ وہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی تمام پیشگوئیوں کو فراموش کر دیتی ہے مگر جب زمانۂ محمدیؐ قریب آتا ہے تو یکدم اس قوم میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے ہم سے یہ کیا بے وقوفی ہوئی کہ ہم اِدھر ادھر پھرتے رہے ہمارے دادا نے تو ہم سے کہا تھا کہ مکہ میں رہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ہمارے دادا نے تو کہا تھا کہ تمہاری تمام ترقی مکہ میں رہنے سے وابستہ ہے مگر ہم کہیں کے کہیں پھرتے رہے۔ اور وہ پھر مکہ میں آکر بس جاتی ہے۔ اِس لئے نہیں کہ مکہ میں کوئی کارخانہ کھل گیا تھا، اس لئے نہیں کہ وہاں تجارتیں اچھی ہوتی تھیں، اِس لئے نہیں کہ وہاں زراعت اچھی تھی۔ بلکہ صرف اس لئے کہ ابراہیمؑ نے انہیں ایک بات کہی تھی اور وہ اس پر عمل کرنے کے لئے وہاں اکٹھے ہوگئے۔ پس یہ اتفاق نہیں بلکہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے منشا اور اس کے ازلی فیصلہ کے مطابق ہوا۔

پھر میرے نزدیک بالکل ممکن ہے کہ اس اجتماع میں یہودی اور نصرانی روایات کا بھی دخل ہو کیونکہ قوم کو دوبارہ بسانے والے قصی تھے جن کے تعلقات نصاریٰ اور یہود سے تھے۔ تعجب نہیں کہ جب یہودیوں اور عیسائیوں میں یہ چرچے شروع ہوئے ہوں کہ نبیٔ مختون کی آمد کا وقت قریب ہے اور یہود ونصاریٰ کے علماء سے انہوں نے یہ سنا ہو کہ موعود نبی عرب میں ظاہر ہونے والا ہے تو اپنی قومی روایات کو ملا کر انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہو کہ اگر یہ موعود نبی عرب میں آیا تو پھر مکہ میں ہی آئے گا اور اس طرح ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا ہو کہ جب ہمارے لئے خدا تعالیٰ یہ نعمت ظاہر کرنے والا ہے تو کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی قوم کو وہاں لے جاکر بیٹھا دیں۔ تاکہ جب نبیٔ عرب کے ظہور کا وقت آئے تو ہماری قوم اس پر ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کی برکات حاصل کرے۔ جیسا کہ مدینہ والوں نے کیا کہ انہوں نے یہودیوں سے آنے والے نبی کے متعلق باتیں سنیں اور انہی باتوں کے نتیجہ میں وہ رسول کریمؐ پر ایمان لے آئے چنانچہ تاریخ میں مذکور ہے کہ جب رسول کریمؐ نے دعویٰ کیا اور آپ کی قوم نے آپ کی مخالفت شروع کی تو ایک دفعہ مدینہ سے چند افراد حج کے لئے مکہ میں آئے۔ رسول کریمؐ حج کے دنوں میں ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور کہتے کہ میں تمہیں خدا کا یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ تم شرک کو چھوڑ دو۔ خدائے واحد کی پرستش کرو اور اخلاق فاضلہ اپنے اندر پیدا کرو۔ جب آپ یہ باتیں کہتے تو باہر سے آئے ہوئے لوگ قہقہ مار کر اور ایک دوسرے کی طرف آنکھیں مٹکا مٹکا کر دیکھتے اور یہ کہتے ہوئے کہ معلوم ہوتا ہے ’’یہ وہی مکّہ کا پاگل ہے‘‘ منہ پھیر کر چلے جاتے۔ روحانی نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھا جائے تو اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کی نجات کے لئے آپ پاگل ہو رہے تھے۔ آپ کے دل میں درد تھا کہ کسی طرح یہ دنیا ہلاکت اور تباہی کے راستوں سے بچ جائے۔ اِن معنوں کے لحاظ سے اگر کوئی شخص آپ کو پاگل کہتا ہے تو ہم اسے کہیں گے کہ خدا کرے ایسے پاگل دنیا میں اور بھی پیدا ہوں کیونکہ اِن معنوں کا پاگل بڑی قیمتی چیز ہے۔ لیکن وہ لوگ جو کچھ کہتے مخالفت اور عناد کے نتیجہ میں کہتے اور وہ رسول کریمؐ کی باتیں سننے سے انکار کر دیتے لیکن باوجود اِس کے آپ مایوس نہ ہوتے اور حج کے دنوں میں آپ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے۔ ایک سال مدینہ کے کچھ لوگ جو حج کے لئے آئے ہوئے تھے آپ نے ان کو تبلیغ شروع کی۔ ان کے دلوں میں کچھ شرافت تھی۔ کچھ یہودیوں سے بھی انہوں نے باتیں سنی ہوئی تھیں جب ایک جگہ کھڑے ہو کر رسول کریمؐ نے انہیں تبلیغ کی تو انہوں نے آپ سے کہا آیئے ہم ایک طرف کنارے پر بیٹھ کر آپ کی باتیں سنیں۔ چنانچہ سب ایک طرف بیٹھ گئے اور رسول کریمؐ نے انہیں اپنا پیغام پہنچانا شروع کیا۔ کچھ دیر سننے کے بعد انہوں نے کہا ہمارے شہر میں کچھ یہودی بستے ہیں اور چونکہ ہم زیادہ ہیں اور وہ تھوڑے ہیں اور معاہدات میں ہمارا پہلو غالب رہتا ہے وہ ہمیشہ ہم سے کہا کرتے ہیں کہ آج کل اِس ملک میں ایک بہت بڑا نبی ظاہر ہونے والا ہے اس کے ذریعے ہم لوگ تم پر غالب آجائیں گے لیکن اس نے ہم میں سے آنا ہے اور مدینہ میں آنا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم مدینہ آبسے ہیں۔ جب وہ وقت آئے گا ہم اس کے ذریعہ سے پھر ترقی کریں گے۔ مگر ہمیں تو آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی جس کے متعلق یہودی یہ سمجھتے تھے کہ ان میں سے آنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں سے آنا تھا۔ ہمیں آپ کی باتیں سچی نظر آتی ہیں اور جو علامتیں یہودیوں نے ہمیں بتائی تھیں وہ آپ میں پوری ہوتی نظر آتی ہیں مگر یہ بھی ڈر ہے کہ اگر ہم نے اِس بارہ میں کوئی فیصلہ کیا تو قوم میں جوش پیدا نہ ہو جائے۔ اور وہ یہ نہ سمجھے کہ آپ تو غلطی سے مان آئے ہیں اب ہمیں بھی غلطی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی قوم کے سامنے یہ باتیں رکھیں اور پھر اگر خدا انہیں اور ہمیں توفیق دے تو آپ پر ایمان لے آئیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا اچھی بات ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو یہ تمام باتیں بتائیں۔ چونکہ وہ لوگ آنے والے نبی کے متعلق یہودیوں سے مختلف باتیں سنتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال مدینہ کے 12 آدمی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ اِس طرح اسلام مکہ سے مدینہ جا پہنچا۔ میں سمجھتا ہوں اِسی طرح بالکل ممکن ہے قصی بن حکیم نے بھی یہودی علماء اور نصاریٰ سے اِس قسم کی باتیں سنی ہوئی ہوں اور ان کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ خدا تو ہمارے گھر میں نبوّت کا چشمہ پھوڑنے والا ہے اور ہم اِدھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں اور اسی بناء پر انہوں نے اپنی قوم کو یہ نصیحت کی ہو کہ آؤ اور مکّہ میں اکٹھے ہو جاؤ تاکہ آنے والے ظہور سے فائدہ اٹھا سکو۔

میں نے اوپر کہا تھا کہ خدا کی انگلی نے انہیں اشارہ کیا اور وہ مکّہ میں جمع ہو گئے۔ لیکن اب میں کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے یہود اور نصاریٰ سے آنے والے نبی کی باتیں سنیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ عرب میں ایک نبی آنیوالا ہے تو اپنی قومی روایات اور حضرت ابراہیمؑ کے وعدے ملا کر انہوں نے یہ نتیجہ نکال لیا ہو کہ وہ نبی مکہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ بظاہر ان دونوں میں اختلاف نظر آتا ہے لیکن درحقیقت کوئی اختلاف نہیں۔ اِس لئے کہ اگر انہوں نے یہود اور نصاریٰ سے سن کر ایسا کیا تب بھی یہود اور نصاریٰ نے جو کچھ بتایا وہ خدائی پیشگوئیاں تھیں اور خدائی پیشگوئیاں بھی قدرت کی انگلی ہوتی ہیں جو بنی نوع انسان کی راہنمائی کرتی ہیں۔ اور اگر انہوں نے اِن پیشگوئیوں کو نہیں سنا تب بھی یہ خدائی انگلی اور اس کی قدرت کا ایک زبردست ہاتھ تھا کہ جس بات کا انہیں دو ہزار سال تک خیال نہ آیا وہ نبیٔ عرب ﷺ کے ظہور سے سوا دو سو سال پہلے انہیں یاد آگئی اور ایسی یاد آئی کہ ہزاروں تکالیف کے باوجود وہ مکّہ میں آکر بس گئے۔ پس اگر وہ یہود و نصاری کی باتیں سن کر آئے تب بھی اور اگر وہ خود بخود آئے تب بھی، جو کچھ ہوا قدرت کے اشارہ کے ماتحت ہوا اور اس طرح اپنی قوم کو وہاں جمع کر کے وہ خدائی تدبیر کا آلۂ کار بن گئے۔

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 94-109)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: عشق، عشقِ محمدؐ اور خلفاءِ مسیح موعودؑ...... از صفحہ 12

آنحضرتؐ سے عشق و محبت کی آگ

حضورِ انور اید اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز ڈنمارک کے اخبار کی جانب سے آنحضور ﷺ کے خاکوں کی اشاعت پر جماعت کو خطبہ جمعہ فرمودہ 10 فروری 2006ء میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو کہ آپ کے مبارک سینہ میں آنحضور ﷺ کے عشق کی گرمی اور غیرت کو ظاہر کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے خلیفہ وقت اس محبت کے راز بانٹنے میں کنجوس نہیں ہوتے بلکہ وہ تو ہر شخص کو عاشقِ رسول ﷺ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ دے لیکن میں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ ان کو تو پتہ نہیں یہ عقل اور سمجھ آئے کہ نہ لیکن آپ میں سے ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر جوان، ہر مرد اور ہر عورت بیہودہ کارٹون شائع ہونے کے ردِعمل کے طور پر اپنے آپ کو ایسی آگ لگانے والوں میں شامل کریں جو کبھی نہ بجھنے والی آگ ہو، جو کسی ملک کے جھنڈے یا جائیدادوں کو لگانے والی آگ نہ ہو جو چند منٹوں میں یا چند گھنٹوں میں بجھ جائے۔ اب بڑے جوش سے لوگ کھڑے ہیں (پاکستان کی ایک تصویر تھی) آگ لگا رہے ہیں جس طرح کوئی بڑا معرکہ مار رہے ہیں۔ یہ پانچ منٹ میں آگ بجھ جائے گی، ہماری آگ تو ایسی آگ ہونی چاہیئے جو ہمیشہ لگی رہنے والی آگ ہو۔ وہ آگ ہے آنحضرت ﷺ سے عشق و محبت کی آگ جو آپ ﷺ کے اسوہ کو اپنانے اور دنیا کو دکھانے کی آگ ہو۔ جو آپ کے دلوں اور سینوں میں لگے تو پھر لگی رہے۔ یہ آگ ایسی آگ ہو جو دُعاؤں میں بھی ڈھلے اور اس کے شعلے ہر دم آسماں تک پہنچتے رہیں۔

(خطبہ جمعہ مؤرخہ 10 فروری 2006ء)

پھر کافی لمبے عرصے سے حضورِ انور خطباتِ جمعہ میں بدری صحابہ رضوان اللہ علیہم کے واقعات و حالات بیان فرما رہے ہیں اور سننے والے جانتے ہوں گے اور دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی ہوں گی کہ جب حضور وہ واقعات بیان فرما رہے ہوتے ہیں تو گویا خود بھی اُسی دور میں چلے جاتے ہیں اور بخدا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم بھی اُس وقت بدر کے میدان میں ہیں اور حضور معیت میں آنحضور ﷺ کی خاطر ہر وار اپنے بدن پر لے رہے ہیں، یہ کوئی افسانہ نگاری نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہے جو اگر کوئی بھی تعصب سے پاک دل سے دیکھے تو اُس کے دن پھر جائیں اور وہ بھی رسول خدا ﷺ کے متبعین میں شامل ہو کر محض اسی کا عاشق بن کر رہ جائے، یہ وہ طلسماتی و کرشماتی محبت کی آگ ہے جو موجودہ خلیفہ وقت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خود لگائی ہے اور خدا کی قسم وہ اس محبت کی تقسیم میں بالکل بھی کنجوس نہیں بلکہ اپنے محبوب کے پیار میں یہ کھل کر اور کشادہ دلی سے اس محبت کی کنجیاں بانٹ رہا ہے جس کو لوگوں نے دنیاوی اغراض کی لاکھوں پرتوں تلے مقفل کر رکھا ہے۔

ہم تمہارا آخری سانس تک مقابلہ کریں گے

آخر پر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایک ایمان افروز اقتباس پیش کر کے اپنا مضمون ختم کرتا ہوں۔ حضورؓ فرماتے ہیں۔

''ہمارے جسم کا ہر ذرہ محمد رسول اللہ ﷺ پر قربان ہونے کا متمنی ہے۔ ہماری جان بھی اسی کے لئے ہے، ہمارا مال بھی اسی کے واسطے ہے ہم اس پر راضی ہیں بخدا راضی ہیں پھر کہتا ہوں بخدا راضی ہیں کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بچے بھی قتل کر دو، ہمارے دیکھتے دیکھتے ہمارے اہل و عیال کو جان سے مار دو لیکن محمد ﷺ کو گالیاں نہ دو ہمارے مال لوٹ لو، ہمیں اس ملک سے نکال دو لیکن ہمارے سردار حضرت نبی کریم ﷺ کی ہتک اور توہین نہ کرو۔ انہیں گالیاں نہ دو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے سے تم جیت سکتے ہو اور سمجھتے ہو کہ گالیاں دینے سے تم رُک نہیں سکتے تو پھر یہ یاد رکھو کہ کم از کم ہم تمہارا آخری سانس تک مقابلہ کریں گے۔ جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے وہ اس جنگ کو ختم نہیں کرے گا ان شاء اللہ''

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 477-478)

ایک سبق آموز بات

دنیا ایک ریل گاڑی ہے

''دنیا ایک ریل گاڑی ہے اور ہم سب کو عمر کے ٹکٹ دیئے گئے ہیں۔ جہاں جہاں کسی کا سٹیشن آتا جاتا ہے اس کو اُتار دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ مر جاتا ہے۔ پھر انسان کس زندگی پر خیالی پلاؤ پکاتا اور لمبی امیدیں باندھتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 396)

مرسلہ: ام حانیہ انور

طلوع وغروب آفتاب

7/ اکتوبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:57	18:03
مدینہ منورہ	04:58	18:03
قادیان	05:05	18:06
ربوہ	04:45	17:46
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:44	18:28

فقہی کارنر

طیبات کا استعمال

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کھانے پینے کی عادات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ نے کھانے کا اہتمام و التزام اس نیت سے کبھی نہ کرایا کہ وہ حظ نفس کا کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے بلکہ مقصد خورد و نوش سے مقصدِ حیات تھا اور متعدد واقعات اس کو بتاتے ہیں کہ آپ نے بعض چیزوں کو ایسے طور پر استعمال کیا جس سے زبان کوئی لطف ذائقہ نہیں اُٹھا سکتی تھی اور یہ دلیل تھی اس امر کی کہ آپ کسی چیز کو ضرورتاً قیام زندگی کا ایک موجب سمجھ کر استعمال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس بہت سے سیب آئے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ڈالی میاں حاجی عمر ڈار مرحوم نے بھجوائی تھی۔ آپ بجائے اس کے کہ سیب کو تراش کر کھاتے چند دانے لے کر ان کا پانی نکلوایا اور پی لیا اور فرمایا کہ ''میں اس لئے پیتا ہوں کہ قلب کے لئے مفید ہے'' آپ کی زندگی میں اس قسم کے واقعات بہت ملیں گے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از یعقوب علی عرفانی صفحہ 64)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)